دینی، اخلاقی اور معاشرتی اقدار کا علمبردار

ماہنامہ فہمِ دین

• جلد 09 / • شمارہ 07 / • جنوری / 2020

بیس نمبر کا سوال

اسلام کا روشن سیاسی نظام

اندھا کنواں

BAITUSSALAM PUBLICATIONS
WWW.BAITUSSALAM.ORG/BS/PUBLICATIONS

Baitussalam.org   Baitussalam_org   Baitussalam_org   +9221-111-298-111

BAITUSSALAM
IMDADI MARKAZ
امدادی مرکز
ضرورتمندوں کی خدمت عزت و احترام کے ساتھ

BAITUSSALAM
WELFARE TRUST

سفید پوش گھرانوں کی خدمت کے خواہش مند حضرات و خواتین کے لیے بہترین موقع بیت السلام امدادی مرکز سے رابطہ کیجیے، نقد رقم، راشن اور دیگر ضروریات عطیہ کیجیے

یہاں سے درج ذیل مراحل کے بعد مستحق گھرانوں کو راشن اور اشیاء ضرورت فراہم کی جاتی ہیں

مستحقین کی رجسٹریشن

امدادی کارڈ کا اجراء

امدادی مرکز سے ضروریات کا حصول

کیا آپ بیت السلام کے توسط سے کسی سفید پوش خاندان کی مدد کرنا چاہتے ہیں؟

بیت السلام امدادی مرکز اس سلسلے میں آپ کی مدد کرسکتا ہے۔

پہلی صورت

امدادی مرکز کے ممبر بن کر ایک خاندان کی کفالت اپنے ذمہ لیں۔

دوسری صورت

کسی سفید پوش خاندان کی امدادی مرکزمیں رجسٹریشن کرا کر کفالت کریں۔

تیسری صورت

حسب استطاعت اپنی پسند کا سامان جمع کروائیں۔

ضرورت مند، سفید پوش خاندان اپنے لیے طے رقم سے امدادی مرکز میں موجود سامان میں سے کچھ بھی لے جاسکتا ہے۔

Phone: 021 111 298 111
Email: imdadi.markaz@baitussalam.org

ADDRESS
Baitussalam Imdadi Markaz, Mezzanine Floor, Chapal Arcade 3, Clifton Block 4, Near Dolmen mall, Karachi.

SCAN THE QR CODE FOR LOCATION

ماہ نامہ

فہمِ دین

کراچی

جنوری 2020

فہمِ وفکر

اندھا کنواں — مدیر کے قلم سے — 04

اصلاحی سلسلہ

فہمِ قرآن — شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم — 05

فہمِ حدیث — مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ — 06

آئینۂ زندگی — حضرت مولانا عبد الستار حفظہ اللہ — 08

مضامین

محنت اور مستقل مزاجی — محمد سعد صالح — 11

قانون کی بالادستی — سید انور شاہ — 12

اسلامی طرزِ حکومت — سمیعہ گل شمیم — 14

مسائل پوچھیں اور سیکھیں — مفتی محمد توحید — 16

باورچی خانہ اور ہماری صحت — حکیم شمیم احمد — 18

خواتینِ اسلام

مجھ کو دیکھیں گے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم — جنید حسن — 20

عبد الغنی — ثانیہ ساجد — 22

انتظار — امۃ اللہ — 24

ہجرت — بنتِ گوہر — 26

باغیچہ اطفال

پالی کا چیتو — ڈاکٹر الماس روحی — 27

تتلی رانی — سویرا فلک — 28

بدگمانی — سلمان یوسف — 31

بیس نمبر کا سوال — ڈاکٹر صفیہ سلطانہ — 32

اغوا کا جال — شائل کامران — 34

کیوی — فوزیہ خلیل — 35

کچھوا اور خرگوش — بنتِ فاروق — 36

ننھے ادیب — 39

بچوں کے فن پارے — 40

انعامات ہی انعامات — 41

بزمِ ادب

یہی اگر بہار ہے، آگ لگے بہار میں — خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ — 42

تیرا اے نئی روشنی، منہ ہو کالا — خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ — 43

گلدستہ — 44

اخبار السلام

خبر نامہ — ادارہ — 46

زیرِ سرپرستی

حضرت مولانا عبد الستار حفظہ اللہ

مدیر	محمد خرم شہزاد
نائب مدیر	قاری عبد الرحمن
ناظم	خالد عبد الرشید
کمپوزنگ	مظفر بھٹو
نظرِ ثانی	طارق محمود
تزئین و آرائش	نوید عزیز

آراء و تجاویز کے لیے

0304-0125750

ڈاک سے متعلق امور کے لیے

0323-3229313 | 021-35393912

اشتہارات کے لیے

0314-2981344

marketing@fahmedeen.org

خط و کتابت اور بذریعہ منی آرڈر رسالے کے اجراء کے لیے

26-C گراؤنڈ فلور، سن سیٹ کمرشل اسٹریٹ نمبر 2، خیابانِ جامی، بالمقابل بیت السلام مسجد، ڈیفنس فیز 4 کراچی

زرِ تعاون

فی شمارہ : 40 روپے

سالانہ فیس : 520 روپے

بیرونِ ملک بدلِ اشتراک : 35 ڈالر

ناشر: فیصل زبیر | طابع: واسا پرنٹر | مقامِ اشاعت: دفتر فہمِ دین

فہم وفکر

اندھا کنواں

مدیر کے قلم سے

نیا سال شروع ہو رہا ہے، زمانہ قیامت کی طرف کچھ اور سرک گیا ہے اور انسان فتنوں کے بیچوں بیچ آ گھرا ہے۔

نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے اور اس پر ہمارا ایمان ہے کہ قربِ قیامت میں فتنوں کی بارش یوں ہوگی، جیسے تسبیح کا دھاگا ٹوٹنے سے لڑی میں پروئے موتیوں کی برسات ہو جاتی ہے۔ قادیانیت، مغرب کی دجالیت، میڈیا کی باگ ڈور کا یہودیت کے ہاتھوں میں ہونا، سب ایک سے بڑھ کر ایک فتنہ ہے۔ یہ سب کاری ضربیں ہیں۔ یہ بھی مسلمانوں کا رشتہ اسلام سے کم زور کرنے، بلکہ ختم کرنے کی گہری اور خطرناک سازشیں ہیں، مگر مساجد اور مدارس کی برکت سے مسلمان ان فتنوں کو سمجھتا بھی ہے اور ان سے بچنے کی کوشش بھی کرتا ہے، لیکن ایسا فتنہ جو رہ بر سے دور بلکہ بد ظن کر دے، اس کی آفت اور ہول ناکی تو ان فتنوں سے کہیں زیادہ ہے اور ہمیں کیا معلوم تھا کہ اس سے بھی ہمارا واسطہ پڑنے والا ہے۔

گزشتہ ایک سال میں جتنی "تبدیلیاں" دیکھنے کو ملی ہیں، اُن میں ایک خطرناک تبدیلی دین سے محبت رکھنے والی عالمی، علمی اور دینی شخصیات کے خلاف سوشل میڈیا پر گالم گلوچ اور غلیظ زبان کا بڑھ جانا بھی ہے۔ پہلے اختلاف دکھایا جاتا ہے، پھر متنازع بنایا جاتا ہے، پھر عوام بے سوچے سمجھے سوشل میڈیا پر ایک ایسے اندھے کنویں میں گرتے چلے جاتے ہیں، جس میں اخلاق ہی بچتا ہے، نہ ایمان۔ اللہ جزائے خیر دے ہمارے نبی ﷺ کے تربیت یافتہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو، اُن میں بھی اختلاف ہو جاتا تھا، لیکن وہ کسی کو متنازع نہیں بناتے تھے، بلکہ باہمی شیر و شکر ہی رہتے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ دونوں نبی کریم ﷺ کے جلیل القدر صحابہ ہیں، دونوں میں ایک بات پر اختلاف یہاں تک بڑھا کہ نوبت لڑائی تک پہنچ گئی۔ وقت کے سپر پاور روم کے شہنشاہ قیصر نے اس اختلاف کو ہوا دے کر باہمی مخالفت تک پہنچانے کا ارادہ کیا اور اپنا ایک سفیر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیجا۔ سفیر نے پیغام دیا: اگر تمہارا حکم ران تمہیں اپنی رعایا بنا کر رکھنے کے لیے تیار نہیں ہے تو ہماری سرحدیں تمہارے لیے کھلی ہیں اور ہم تمہیں اپنا شہری بنانے کے لیے تیار ہیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ دشمن کے پروپیگنڈے کو سمجھ گئے کہ یہ میری خیر خواہی نہیں ہے، بلکہ ہماری رائے کے اختلاف کو ہوا دے کر ہمیں مخالف دکھانے کی کوشش کرنا ہے اور پھر مسلمانوں کو دین کے ستونوں اور علم کے مناروں سے بد ظن کر کے دین دوری کے اندھے کنویں میں گرانے کی خوفناک پیش کش ہے، چناں چہ انھوں نے بڑے واضح، دوٹوک اور گرج دار الفاظ میں رومی شہنشاہ کے نام جواب تحریر کروا کے سفیر کے ہاتھ میں تھما دیا جو آج بھی تاریخ کا حصہ ہے کہ "او رومی کتے! اگر تو نے علی کی طرف میلی آنکھ سے دیکھنے کی بھی کوشش کی تو تم مجھے اُن کی طرف سے لڑنے والے صفِ اول کے سپاہیوں میں سے پاؤ گے۔"

صحابہ واقعی صحابہ تھے، وہ سیاست بھی کرتے تھے، اختلاف بھی کرتے تھے لیکن وہ دشمن کی سازشوں کو بھی سمجھتے تھے اور اس کا توڑ بھی کرتے تھے، مگر وہ خیر کا دور تھا اور آج فتنوں کا زمانہ ہے، اس وقت دشمن کام یاب نہ ہو سکا اور آج دشمن جیسے چاہتا ہے، علمائے کرام کے بعض چھوٹے چھوٹے اختلافات کو دِکھا کر ہمیں اُن کی مخالفت کے اندھے کنویں میں دھکیل دیتا ہے اور ہم بھی یہ سوچے بغیر کہ اس سے ہمارا دین ہی بچے گا نہ ملک و ملت کا شیرازہ، بڑے شوق سے اس اندھے کنویں میں لڑھکتے چلے جاتے ہیں۔

قارئین! یہ سیاست اس دُنیا میں ہی رہ جائے گی، مگر دین اور علمائے کرام کی محبت اس وقت قبر میں کام آئے گی، جب نہ کوئی سیاسی جماعت ہوگی اور نہ ہی کوئی کسی جماعت کا کارکن ہونے کا دعوی کر سکے گا اور ہماری سیاست بھی کیا سیاست ہے، اخباری تبصرے ہیں، سوشل میڈیا پر پوسٹوں کے تبادلے ہیں اور بس! پھر اس میں اس حد تک چلے جانا، جس سے علمائے کرام کی بے توقیری اور دین سے دوری ہو جائے، یہ سراسر گھاٹے کا سودا ہے اور ہم نہیں سمجھتے کہ کوئی بھی سمجھ دار آدمی چاہے وہ کسی بھی سیاسی جماعت کا کارکن ہو، وہ اس اندھے کنویں میں گرنا پسند کرے گا۔ آپ اپنی رائے بھی ہمیں ارسال کر سکتے ہیں، اس لیے کہ آپ ہمارے لیے بہت اہم ہیں۔ والسلام

اخوکم فی اللہ
محمد خرم شہزاد

فہمِ قرآن

آل عمران 190-199

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ 190

ترجمہ: بے شک آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں اور رات دن کے باری باری آنے جانے میں اُن عقل والوں کے لیے بڑی نشانیاں ہیں۔ 190

الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُودًا وَّعَلٰى جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ 191

ترجمہ: جو اٹھتے بیٹھتے اور لیٹے ہوئے (ہر حال میں) اللہ کو یاد کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی تخلیق پر غور کرتے ہیں' (اور انھیں دیکھ کر بول اٹھتے ہیں کہ) اے ہمارے پروردگار! آپ نے یہ سب کچھ بے مقصد پیدا نہیں کیا۔ آپ (ایسے فضول کام سے) پاک ہیں۔ پس ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالیجیے۔ 191

رَبَّنَا إِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ أَخْزَيْتَهُ وَمَا لِلظّٰلِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ 192

ترجمہ: اے ہمارے رب! آپ جس کسی کو دوزخ میں داخل کر دیں' اسے آپ نے یقیناً رُسوا ہی کر دیا اور ظالموں کو کسی قسم کے مددگار نصیب نہ ہوں گے۔ 192

رَبَّنَا إِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِي لِلْإِيمَانِ أَنْ اٰمِنُوا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْأَبْرَارِ 193

ترجمہ: اے ہمارے پروردگار! ہم نے ایک منادی کو سنا' جو ایمان کی طرف پکار رہا تھا کہ "اپنے پروردگار پر ایمان لاؤ" چناں چہ ہم ایمان لے آئے' لہٰذا اے ہمارے پروردگار! ہماری خاطر ہمارے گناہ بخش دیجیے' ہماری برائیوں کو ہم سے مٹا دیجیے اور ہمیں نیک لوگوں میں شامل کر کے اپنے پاس بلائیے۔ 193

رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ إِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيعَادَ 194

ترجمہ: اور اے ہمارے پروردگار! ہمیں وہ کچھ بھی عطا فرمائیے' جس کا وعدہ آپ نے اپنے پیغمبروں کے ذریعے ہم سے کیا ہے اور ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کیجیے۔ یقیناً آپ وعدے کی کبھی خلاف ورزی نہیں کیا کرتے۔ 194

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّي لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثٰى بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ فَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَأُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأُوذُوا فِي سَبِيلِي وَقٰتَلُوا وَقُتِلُوا لَأُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَأُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الثَّوَابِ 195

ترجمہ: چناں چہ اُن کے پروردگار نے ان کی دعا قبول کی (اور کہا) کہ میں تم میں سے کسی کا عمل ضائع نہیں کروں گا' خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔ تم سب آپس میں ایک جیسے ہو' لہٰذا جن لوگوں نے ہجرت کی اور انھیں ان کے گھروں سے نکالا گیا اور میرے راستے میں تکلیفیں دی گئیں اور جنھوں نے (دین کی خاطر) لڑائی لڑی اور قتل ہوئے' میں ان سب کی برائیوں کا ضرور کفارہ کردوں گا اور انھیں ضرور بالضرور ایسے باغات میں داخل کروں گا' جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ یہ سب کچھ اللہ کی طرف سے انعام ہوگا اور اللہ ہی ہے' جس کے پاس بہترین انعام ہے۔ 195

لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي الْبِلَادِ 196

ترجمہ: جن لوگوں نے کفر اپنا لیا ہے' ان کے شہروں میں (خوشحالی کے ساتھ) چلنا پھرنا تمہیں ہرگز دھوکے میں نہ ڈالے۔ 196

مَتَاعٌ قَلِيلٌ ثُمَّ مَأْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمِهَادُ 197

ترجمہ: یہ تو تھوڑا سا مزہ ہے (جو یہ اُڑا رہے ہیں) پھر ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بدترین بچھونا ہے۔ 197

لٰكِنِ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ خٰلِدِينَ فِيهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْأَبْرَارِ 198

ترجمہ: لیکن جو لوگ اپنے پروردگار سے ڈرتے ہوئے عمل کرتے ہیں' ان کے لیے ایسے باغات ہیں' جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں' اللہ کی طرف سے میزبانی کے طور پر وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے' وہ نیک لوگوں کے لیے کہیں بہتر ہے۔ 198

وَإِنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِمْ خٰشِعِينَ لِلّٰهِ لَا يَشْتَرُونَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولٰٓئِكَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ إِنَّ اللّٰهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ 199

ترجمہ: اور بے شک اہلِ کتاب میں بھی ایسے لوگ موجود ہیں' جو اللہ کے آگے عجز و نیاز کا مظاہرہ کرتے ہوئے اللہ پر بھی ایمان رکھتے ہیں' اس کتاب پر بھی جو تم پر نازل کی گئی ہے اور اس پر بھی جو ان پر نازل کی گئی ہے اور اللہ کی آیتوں کو تھوڑی سی قیمت لے کر بیچ نہیں ڈالتے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے پروردگار کے پاس اپنے اجر کے مستحق ہیں۔ بے شک اللہ حساب جلد چکانے والا ہے۔ 199

فہمِ حدیث

جمعہ کے دن کا غسل

مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ
اِذَا جَاءَ اَحَدُکُمُ الْجُمُعَةَ فَلْيَغْتَسِلْ

ترجمہ۔۔۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی جمعہ کو (یعنی جمعہ کی نماز کے لیے) آئے تو اس کو چاہیے کہ غسل کرے (یعنی نمازِ جمعہ ادا کرنے کے لیے اس کو غسل کر کے آنا چاہیے)۔(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ حَقٌّ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ
اَنْ يَّغْتَسِلَ فِیْ کُلِّ سَبْعَةِ اَيَّامٍ يَوْمًا يَغْسِلُ فِيْهِ رَاْسَهٗ وَجَسَدَهٗ.

ترجمہ۔۔۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر مسلمان پر حق ہے (یعنی اس کے لیے ضروری ہے) کہ ہفتہ کے سات دنوں میں سے ایک دن (یعنی جمعہ کے دن) غسل کرے، اس میں اپنے سر کے بالوں کو اور سارے جسم کو اچھی طرح دھوئے۔(صحیح بخاری و مسلم)

تشریح نمبر1: ان دونوں حدیثوں میں جمعہ کے غسل کا تاکیدی حکم ہے اور صحیحین ہی کی ایک اور حدیث میں جو حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جمعہ کے غسل کے لیے واجب کا لفظ بھی آیا ہے، لیکن امت کے اکثر آئمہ اور علمائے شریعت کے نزدیک اس سے بھی حقیقی وجوب مراد نہیں ہے، بلکہ اس کا مقصد بھی وہی تاکید ہے، جو حضرت ابن عمر اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما کی مندرجہ بالا حدیثوں کا مدّعا ہے۔ جمعہ کے غسل کے سلسلے میں پوری وضاحت حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ کے ایک ارشاد سے ہوتی ہے، جو انھوں نے بعض اہلِ عراق کے سوال کے جواب میں فرمایا تھا۔ سنن ابی داوٗد میں حضرت ابن عباسؓ کے مشہور شاگرد عکرمہ سے اس سوال وجواب کی پوری تفصیل اس طرح مروی ہے کہ ”عراق کے بعض لوگ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انھوں نے سوال کیا کہ آپ کے خیال میں جمعہ کے دن کا غسل واجب ہے؟ انھوں نے فرمایا: میرے نزدیک واجب تو نہیں ہے، لیکن اس میں بڑی طہارت و پاکیزگی ہے اور بڑی خیر ہے، اس کے لیے جو اس دن غسل کرے اور جو (کسی وجہ سے اس دن) غسل نہ کرے تو (وہ گناہ گار نہیں ہوگا، کیوں کہ یہ غسل) اس پر واجب نہیں ہے۔ (اس کے بعد حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا) میں تمھیں بتاتا ہوں کہ غسلِ جمعہ کے حکم کی شروعات کیسے ہوئی (واقعہ یوں ہے کہ اسلام کے ابتدائی دور میں) مسلمان لوگ غریب اور محنت کش تھے، صوف (یعنی اونٹ، بھیڑ وغیرہ کے بالوں سے بنے ہوئے بہت موٹے کپڑے) پہنتے تھے اور محنت مزدوری میں اپنی پیٹھوں پر بوجھ لادتے تھے اور ان کی مسجد (مسجدِ نبویؐ) بھی بہت تنگ تھی اور ساری مسجد بس ایک چھپّر کا سائبان تھا (جس کی وجہ سے اس میں انتہائی گرمی اور گھٹن رہتی تھی۔) پس رسول اللہ ﷺ ایک جمعہ کو جب کہ سخت گرمی کا دن تھا، گھر سے مسجد تشریف لائے اور لوگوں کا یہ حال تھا کہ صوف کے موٹے موٹے کپڑوں میں ان کے پسینے چھوٹ رہے تھے اور ان سب چیزوں نے مل ملا کر مسجد کی فضا میں بدبو پیدا کر دی تھی، جس سے سب کو تکلیف اور اذیت ہو رہی تھی تو رسول اللہ ﷺ نے جب یہ بدبو محسوس کی تو فرمایا کہ يَاۤاَيُّهَا النَّاسُ اِذَا کَانَ هٰذَا الْيَوْمُ فَاغْتَسِلُوْا وَلْيَمَسَّ اَحَدُکُمْ اَفْضَلَ مَا يَجِدُ مِنْ دُهْنِهٖ وَطِيْبِهٖ اے لوگو! جب جمعہ کا یہ دن ہوا کرے تو تم لوگ غسل کیا کرو اور جو اچھا خوشبو دار تیل اور جو بہتر خوشبو جس کو دستیاب ہو وہ لگا لیا کرے۔

(حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں) اس کے بعد اللہ کے فضل سے فقر و فاقہ کا وہ دور ختم ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو خوش حالی اور وسعت نصیب فرمائی، پھر صوف کے وہ کپڑے بھی نہیں رہے، جن سے بدبو پیدا ہوتی تھی اور وہ محنت و مشقت بھی نہیں رہی اور مسجد کی وہ تنگی بھی ختم ہو گئی اور اس کو وسیع کر لیا گیا اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جمعہ کے دن لوگوں کے پسینے وغیرہ سے جو بدبو مسجد کی فضا میں پیدا ہو جاتی تھی، وہ بات بھی نہیں رہی۔

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کے اس بیان سے معلوم ہوا کہ اسلام کے ابتدائی دور میں اس خاص حالت کی وجہ سے جس کی ان کے اس بیان میں تفصیل کی گئی ہے، غسلِ جمعہ مسلمانوں کے لیے ضروری قرار دیا گیا تھا، اس کے بعد جب وہ حالت نہیں رہی تو اس حکم کا وہ درجہ تو نہ رہا، لیکن بہر حال اس میں پاکیزگی ہے، جو اللہ کو پسند ہے اور اب بھی اس میں خیر اور ثواب ہے، یعنی اب وہ مسنون اور مستحب ہے۔

Shangrila®
THE FOOD EXPERTS!

INDULGE IN THE WORLD OF FLAVORS

Inspired from famous exotic sauces from all over the world, Shangrila new range of sauces will perfectly complement your favorite foods whether Chinese, Thai, Continental or Desi cuisines which will add the zest you need with all your mouthwatering cuisines. Made from the best & freshest ingredients, this new range of Shangrila exotic sauces are specifically crafted to meet ultimate craving whether you like it hot or mild, we have it all covered for you.

www.shangrila.com.pk | ShangrilaPakistan | ShangrilaPakistan

حضرت مولانا عبدالستار حفظہُ اللہ

آج کا نوجوان سکون کی تلاش میں

قائدِ عوام انجینئرنگ یونی ورسٹی نواب شاہ میں حضرت مولانا عبدالستار حفظہُ اللہ کا اصلاحی بیان ہوا، جو افادۂ عام کے لیے کچھ اختصار کے ساتھ یہاں پیش کیا جارہا ہے۔ (ادارہ)

میرے معزز مسلمان بزرگو، ساتھیو اور امت کی بہنو! مجھے یہ مجمع دیکھ کر انتہائی خوشی ہو رہی ہے۔ میرا یہاں سے، اگرچہ کراچی کا سفر ایک طویل سفر ہے، لیکن ان نوجوانوں کو دیکھ کر اور ان بچیوں کو دیکھ کر میں نے چاہا کہ میں کھڑے ہو کر آپ کے چہرے کی توجہ بھی دیکھ سکوں اور آپ کے چہروں کو دیکھ بھی سکوں اور جس چیز کی آپ مجھ سے امید رکھ رہے ہیں اور اتنی محبت سے اور اتنے پیار سے، اس گرمی کے موسم میں، اس ہال میں تشریف فرما ہیں۔ اللہ کرے میں آپ کو کچھ دے سکوں، کچھ ایسا دے سکوں، جو میرے اور آپ دونوں کے لیے نجات کا ذریعہ بن جائے۔ ہم تو یہ کہا کرتے ہیں کہ یہ تعلیمی ادارے، یہ دانش گاہیں اور یہ نوجوان قوم کا، ریاست کا مستقبل ہوا کرتا ہے، اگر کسی قوم کا مستقبل دیکھنا ہے تو اس کا آج کا نوجوان دیکھ لو! آج کی نئی نسل اور تعلیمی ادارے دیکھ لو! تو تمہیں اندازہ ہو جائے گا کہ اس قوم کا مستقبل کیا ہے۔۔۔؟ ہم تو یہ کہہ رہے کہ اس وقت جس چیز کی سب سے زیادہ ہمارے ملک کو ضرورت ہے، وہ ان نونہالوں اور اس امت کے قیمتی سرمائے کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

میرے عزیزو! اینٹیں جُڑ جایا کرتی ہیں، گھر بن جایا کرتے ہیں، ادارے چل جایا کرتے ہیں، مشینیں رِزلٹ دینا شروع کر دیتی ہیں لیکن اگر انسان ہی بھلا نہ رہے تو بنے گھر بھی اُجڑ جایا کرتے ہیں، بنے معاشرے اور سوسائٹیاں بھی اُجڑ جایا کرتی ہیں، ساری مشینیں، ساری فیکٹریاں، سارے کارخانے، سب دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں، اگر اس معاشرے کا انسان بھلا نہ رہے تو ساری چیزیں دھری کی دھری رہ جاتی ہیں۔ آپ حیران ہوں گے، اب تو بٹن دبانے کی دیر ہے۔ دنیا کی خبر آپ کی آنکھوں کے سامنے آسکتی ہے۔ بٹن دبایئے اور دیکھیے! دنیا میں سب سے زیادہ خود کشیاں کہاں ہیں؟ اور آپ جانتے ہیں کہ خود کشی، بے سکونی کی انتہا ہے اور اس میں یورپ کا ایک ملک پہلے نمبر پر ہے اور جاپان دوسرے نمبر پر ہے۔

معاشرتی طور پر اور مشینریوں کی ایجادات کے لحاظ سے اب ہم ان ملکوں میں سفر کریں تو ہمیں ایسا لگتا ہے کہ ہم ایک صدی ان سے پیچھے ہیں۔ دنیا کی منڈیوں پہ کنٹرول ان کا ہے، ڈالر، پاؤنڈ کی کہانیاں وہاں ہیں اور دنیا کی چمکتی دمکتی زندگی کا نقشہ وہاں نظر آتا ہے، لیکن میرے عزیزو! باہر کی روشنی ضروری نہیں، اندر کے انسان کو بھی روشن کر دے، باہر کی ہری بھری زندگی ضروری نہیں، انسان کو اندر سے بھی ہرا بھرا رکھے، بظاہر نقشے، بڑے کام یابی اور ترقی کے نظر آتے ہیں، لیکن ضروری نہیں کہ انسان اندر سے بھی مطمئن اور پُرسکون ہو، وہ کوئی اور چیز ہے۔

یہ جو ہمارے بچوں نے اور یہاں کے اساتذہ نے، جس محبت سے یہ محفل جمائی ہے، ہم تو یہ کہہ رہے ہیں کہ ہمارے ان نوجوانوں کو سب سے زیادہ اس وقت، اس ملک میں توجہ کی ضرورت ہے، ان پہ سرمایہ کاری کی جائے اور ان پہ توجہ دی بھی جائے۔ اگر اپنی قوم، اپنا ملک، اپنا وطن بنانا ہے اور اپنی ریاست بنانی ہے تو موجودہ کالج، یونی ورسٹیاں، ان کا رنگ، ڈھنگ دیکھ لیا جائے تو آپ اپنے مستقبل کے بارے میں اچھا فیصلہ کر سکتے ہیں۔

میں ابھی آپ کے پروفیسر کو اپنی کارگزاری بتا رہا تھا کہ میں تُرکی گیا اور جناب طیّب اردگان صاحب نے ہمیں اپنے صدارتی ہاؤس میں بلایا اور اُس صدارتی ہاؤس میں تین بڑے ادارے پوری دنیا سے بلائے۔ ایک قطر کا تھا، ایک ملیشیا کا تھا اور پاکستان سے ہمارا ادارہ بیت السلام ویلفئیر ٹرسٹ تھا۔ انھوں نے ہمیں تعلیمی اور رفاہی کاموں کی بنیاد پر اپنے صدارتی ہاؤس میں بلایا، پھر ہم نے اس ملک کا تعلیمی نظام دیکھا۔ اِس وقت ترکی میں تقریباً دس سے گیارہ کروڑ کی آبادی ہے اور اس میں نوجوانوں کی تعداد تقریباً ڈیڑھ سے دو کروڑ ہے۔ یہ وہاں

کے نوجوانوں کی آبادی ہے۔اس ملک کے ذمہ داروں نے یہ فیصلہ کیا کہ اپنی نسل اور قوم کو بنانا ہے۔انھوں نے ایک سِسٹم ”اِمام خطیب اسکول“ کے نام سے شروع کیا ہے‘جس میں تقریباً 56 ممالک کے بچے پڑھتے ہیں۔اس کا جال پورے ملک کے اندر موجود ہے‘ جہاں دنیا کی عصری تعلیم شان دار اور اسلامی اور ایمانی جو ہماری زندگی کے جینے مرنے کا مقصد ہے‘اس کی قدریں بھی اس اسکول کے اندر موجود ہیں تو انھوں نے ترجیحی بنیادوں پر ان بچوں کو اٹھایا اور یونی ورسٹیوں میں اعلیٰ درجے پہ اور سرکاری اداروں میں داخلہ دیا۔نتیجہ یہ نکلا کہ اس وقت ترکی ترقی میں بہت آگے نکل چکا ہے۔

میرے عزیزو! میں ڈاکٹر بھی ہوں اور انجینئر بھی ہوں‘ پروفیسر بھی ہوں اور میں نے مختلف ڈگریاں بھی لے رکھی ہیں‘لیکن سچ بتاؤں! اگر میرے اندر کا انسان مطمئن اور پُرسکون نہیں ہے تو میں معاشرے اور سوسائٹی کے لیے کوئی زیادہ کارآمد نہیں ہو سکتا۔میں اپنی بیوی‘اپنے بچوں اور اپنی گھر کی چار دیواری کے اندر کارآمد اور مفید نہیں ہو سکتا تو بتایئے! پھر مجھ سے معاشرے نے کیا لینا ہے؟میں ایک سوسائٹی کو کیا دے سکتا ہوں؟ ایک اور چیز ہے‘جو انسان کے جسم کے اندر موجود ہے اور وہی اصلی انسان ہے‘اگر وہ نکل جائے تو لاشہ رکھنے کے لیے کوئی تیار نہ ہو‘اصل وہی ہے نا۔۔۔! یہ ڈھانچا اس کی حفاظت کرنے کے لیے ہے‘جیسے پرندہ ہے۔پرندہ اصل ہے‘اس کے باہر ایک پنجرہ ہے‘جو اس پرندے کی حفاظت کرتا ہے۔دیکھیے بھئی! کوئی اس پرندے کو دانہ پانی نہ دے‘لیکن اس کے باہر کا جو ڈھانچا اور پنجرہ ہے‘اسے 80 لاکھ کی گاڑی پہ رکھ دے‘ بتایئے! سکون مل جائے گا۔۔؟اسے 5ہزار گز کی کوٹھی پہ رکھ دے‘اسے فائیو اسٹار ہوٹل لے جائے‘اسے ریشم پہنا دے‘ارے میاں! ہیرے پہنا دے‘ بتایئے! اندر کے پرندے کو سکون ملے گا؟ہرگز سکون نہیں ملنا۔

آپ ایسا کریں! اس پرندے کو غذا دیں‘پانی اور دانہ دے دیں۔اب اس پنجرے کو مٹی پہ رکھیں یا سنگِ مرمر پہ‘اس پرندے کو سکون مل جائے گا۔چٹائی پہ رکھیں‘قالین پہ رکھیں‘سکون آجائے گا۔جھونپڑی میں رکھیں‘کوٹھی میں رکھیں‘ سکون آجائے گا‘کیوں؟کیوں کہ اس پرندے کو غذا مل گئی‘جو کہ اس کی ضرورت تھی۔

میرے عزیزو! یہی تو ساری سکون کی کہانی ہے۔یہ میرا جسم پنجرہ ہے۔اندر کا انسان حقیقی پرندہ ہے۔اس جسم کو 80 لاکھ کی گاڑی دے دیں‘5ہزار گز کی کوٹھی دے دیں‘ ساحلِ سمندر پہ لے جائیں‘ہیرے پہنا دیں‘اس کے جسم کو ریشم سے خوب صورت سجا دیں‘سب کچھ کر لیں‘لیکن اگر اندر کے انسان کو‘اس پرندے کو‘غذا نہ ملی تو یہ انسان اندر سے تڑپتا رہے گا۔یہی وجہ ہے بھائی! کہ اس دنیا میں اس وقت ہر 42 سیکنڈز میں ایک آدمی خودکُشی کر رہا ہے۔

اچھا! اندر کے انسان کی غذا ہے کیا؟”وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ“روح آسمانوں سے آئی ہے اور اس روح کی غذا بھی اللہ نے آسمانوں سے بھیجی ہے۔وہ دو چیزیں ہیں۔ایک قرآن اور ایک میرے نبی ﷺ کی خوب صورت زندگی ہے۔نبی کی زندگی‘قرآن ہے اور قرآن کی زندگی‘نبی کی زندگی ہے۔یہ وہ دو چیزیں ہیں۔اگر کسی کی زندگی میں یہ آجائیں تو چاہے جھونپڑی میں رہے یا کوٹھی‘مشرق میں رہے یا مغرب میں‘ روکھا سوکھا کھائے یا زرق برق پہنے‘اللہ اس کے دل کو سکون نصیب فرما دیں گے۔

مدینہ منورہ ہے‘کچے گھر ہیں‘ ٹاٹ کا پردہ ہے‘کھجور کے تنوں سے بنی چھتیں ہیں‘کچے پتھروں کی دیواریں ہیں‘دسترخوان پہ کبھی کھانا اور کبھی فاقہ ہے‘یہ تو جسم کا حال ہے‘ لیکن ہم ان کچے گھروں میں کیا دیکھتے ہیں۔۔۔؟بیٹے کے دل میں باپ کی عظمت‘باپ کے دل میں بیٹی کے لیے شفقت‘بہن کے دل میں بھائی کے لیے سچی محبت‘شوہر کے دل میں بیوی کی قدر اور بیوی کے دل میں شوہر کا احترام ہے۔

ارے میرے پیارو! صرف اس گھر کا کیا کہنا‘ذرا گلی میں آیئے! گلی میں بلالؓ‘حبشہ سے آئے‘سلیمانؓ‘فارس سے آئے‘سہیلؓ‘روم سے آئے‘کوئی مشرق کا‘کوئی مغرب کا‘ کوئی شمال کا‘کوئی جنوب کا‘لیکن مدینہ کی گلیوں میں یوں لگتے ہیں‘جیسے سب ایک ماں باپ کی اولاد ہوں۔

تو میرے عزیزو! آج کا ہمارا موضوع‘سکون کی تلاش ہے اور اس کے لیے نسخہ ایک ہی ہے‘ قیامت تک کے لیے‘میرے اور آپ کی زندگی کے سکون کے لیے اور اس سے دنیا خراب نہیں ہوتی‘اس سے دنیا کی تعمیر ہوتی ہے۔آپ ان درس گاہوں میں اور ان دانش گاہوں میں یقیناً‘اپنی دنیا سنوار رہے ہیں اور زندگی کے مختلف شعبوں کے لیے اپنے آپ کو تیار کر رہے ہیں‘اپنے اندر صلاحیتیں اور استعدادیں پیدا کر رہے ہیں‘لیکن میرے عزیزو! آپ قوم کے لیے‘آپ امت کے لیے‘آپ مسلمانوں کے لیے‘آپ اپنے آپ کے لیے‘اسی وقت کارآمد بنیں گے‘جب آپ کا اندر کا انسان بھی تروتازہ ہوگا‘اسے وہ آسمانی غذا میسر ہوگی۔

میں آپ کو چھوٹی سی ایک کتاب بتاتا ہوں۔اپنی بہنوں کو بھی اور آپ کو بھی‘اس کتاب کا نام ہے”اُسوۂ رسول اکرم (ﷺ)“حضرت ڈاکٹر عبدالحیی عارفی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھی ہے۔یہ آپ کو انٹرنیٹ کے اندر بھی مل جائے گی۔یہ انگریزی کے اندر بھی ہے اور اردو کے اندر بھی ہے اور بھی کئی زبانوں کے اندر ہے۔اسے آپ سرہانے رکھیں اور روزانہ اس کا ایک صفحہ اور دو صفحے پڑھ لیں اور اس نیت سے پڑھیں کہ اس کو میں اپنی زندگی کے اندر لے کے آؤں گا۔ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ دنیا میں سب سے کام یاب انسان محمد رسول اللہ ﷺ ہیں‘لیکن بدقسمتی دیکھیے کہ ہماری نئی نسل کو اپنے نبی کی زندگی کا پتا کوئی نہیں۔

تو اُسوۂ رسول اکرم (ﷺ) اس کو اپنے سرہانے رکھیں اور روزانہ ایک سے دو صفحے پڑھیں۔یہ اللہ کے نبی ﷺ کی زندگی ہے اور وہ زندگی ہے‘جس کا تعلق عمل سے ہے۔یہ محض تاریخ اور محض واقعات نہیں ہیں۔پریکٹیکل زندگی ہے۔اللہ کے نبی ﷺ نے صبح کیا کِیا؟شام کیا کِیا؟دوستوں میں کیا کِیا؟پڑوس میں کیا کِیا؟اپنوں کے ساتھ کیا کِیا؟غیروں کے ساتھ کیا کِیا؟کھایا کیسے؟پیا کیسے؟پہنا کیسے۔۔۔؟پوری پریکٹیکل زندگی ہے‘جس سے اس اندر کے انسان کو غذا ملے گی۔

تو میں اپنے تمام نوجوانوں سے گزارش کروں گا‘کیا ہی اچھا ہے کہ صبح روزانہ ایک صفحہ‘ دو صفحے قرآن کی تلاوت کر لیا کریں اور پھر موقع ملے تو آہستہ آہستہ‘اس کی تفسیر بھی پڑھیں۔ایک تفسیر ہے بہت آسان سی”آسان ترجمۂ قرآن“اس کا ترجمہ بھی آسان ہے۔انگریزی کے اندر بھی ہے‘اردو کے اندر بھی ہے اور اس کے اندر تفسیر بھی بہت مختصر سی ہے۔حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے یہ تفسیر لکھی ہے۔اگر روزانہ تھوڑی سی قرآن کی تلاوت اور روزانہ اس کا ترجمہ کر لیا جائے اور رات کو سونے سے پہلے”اسوۂ رسول اکرم“(ﷺ) پڑھ لی جائے تو اللہ کی ذات سے امید ہے میرے عزیزو! آپ اپنی زندگی میں ایک توانائی‘ایک طاقت اور ایک قوت محسوس کریں گے۔

اللہ مجھے بھی اور آپ کو بھی جو کچھ کہا سنا اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

محنت اور مستقل مزاجی

محمد سعد صالح

"ہم معذرت خواہ ہیں۔ ہمارے پاس آپ کے لیے گنجائش نہیں ہے۔"

کمپنی کے ڈائریکٹر کے یہ الفاظ ساجد عزیز پر بجلی بن کے گرے۔ اس کی ساری امیدوں پر پانی پھر گیا، اسے ایسے لگا جیسے وہ بلندی سے گہری کھائی میں جا گرا ہو، اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ کچھ بھی نہیں کر سکتا، وہ بالکل بے بس ہے، اسے زندگی کے ہر موڑ پر ناکامی نظر آ رہی تھی۔

ساجد عزیز کو ملازمت کی تلاش میں آج پورا ایک مہینہ ہو چکا تھا۔ شہر کی تمام کمپنیوں کی خاک چھاننے کے بعد بھی نتیجہ صفر تھا۔ سبھی جگہ اسے مایوسی کا سامنا کرنا پڑا تھا، وہ ہر جگہ مقدر آزما چکا تھا، ہر دروازے پر دستک دے چکا تھا، مگر پھر بھی کام یابی اس سے کوسوں دور تھی۔ ایسی کوئی بات نہیں تھی کہ وہ تعلیم یافتہ نہیں تھا یا اس کو کوئی جسمانی معذوری لاحق تھی، بلکہ وہ اچھی خاصی تعلیم بھی حاصل کیے ہوئے تھا۔ جسمانی ساخت کے اعتبار سے بھی اچھا خاصا تن درست و توانا انسان تھا، مگر پتا نہیں کیوں اسے کہیں بھی قبول نہیں کیا جا رہا تھا۔ اس کی قسمت اس کا ساتھ نہیں دے رہی تھی، اسے یہ یقین ہونے لگا تھا کہ قدرت نے ناکامی اس کے مقدر میں ٹھہرا دی ہے۔ کام یابی اس سے نظریں چُرا رہی ہے۔ شام کو جب وہ تھک ہار کر گھر پہنچا تو صوفے پہ ڈھیر ہو گیا۔ کچھ ہی دیر میں اسے نیند نے اپنی آغوش میں لے لیا۔

◆◆◆

"بیٹا آج آپ گئے نہیں؟" اگلے دن اسے گھر میں دیکھ کر ماں جی نے پوچھا۔

"نہیں ماں! میں نہیں جا رہا۔" اس نے مایوسی سے جواب دیا۔

"ساجد بیٹا! گھر پر پڑے رہنے سے کیا ہوگا۔ کوشش جاری رکھو۔ محنت کرو۔ اللہ کوئی نہ کوئی صورت پیدا فرما دیں گے، بیٹا" اسے ہمت ہارتا دیکھ کر ماں جی نے سمجھانے کی کوشش کی۔

"ماں! اب میں کہیں نہیں جاؤں گا۔ میں نے بہت کوشش کر لی ہے۔ اب میری ہمت ٹوٹ چکی ہے، میرا حوصلہ ختم ہو چکا ہے، مجھے کہیں نوکری نہیں ملنے والی۔" اس نے بے بسی اور ناامیدی سے ماں جی کو وہی جواب دہرا دیا۔

یوں اگلے دن وہ گھر پر ہی رہا۔ ایک مہینے کی مغز ماری نے اس کی کمر توڑ دی تھی، وہ مزید کسی ملازمت کی تلاش سے مایوس ہو چکا تھا، اسے یہ یقین ہو چکا تھا کہ اس کے لیے سارے دروازے بند ہو چکے ہیں، اس کے لیے کوئی گنجائش باقی نہیں رہی ہے۔ وہ کمرے میں بیٹھا انہی سوچوں میں مگن تھا کہ اچانک اس کی نظر گھڑی پر جا کے ٹھہر گئی۔ ٹک ٹک کرتی گھڑی کی سوئیاں اس کی توجہ کا مرکز تھیں۔ وہ بہت غور سے ان کا معاینہ کرنے لگا۔ سیکنڈوں کی سوئی جسامت میں گھنٹے اور منٹ کی سوئی سے کم زور تھی، مگر ان سے زیادہ کام کر رہی تھی۔ وہ گھومتی جا رہی تھی، جب کہ اس کے دو ساتھی منٹ اور گھنٹے کی سوئی اپنی جگہ پڑے ہوئے تھے۔ اپنے ساتھیوں کی سستی اور کاہلی سیکنڈ والی سوئی کا راستہ نہیں روک پا رہی تھی۔ آدھا گھنٹہ وہ یوں ہی بُت بنا سوئیوں کی حرکت کو دیکھتا رہا۔ آدھے گھنٹے کے بعد اب گھڑی کا منظر نامہ بدل چکا تھا۔ کچھ دیر پہلے جو کیفیت تھی، وہ اب ختم ہو چکی تھی۔ سیکنڈوں کی سوئی اب بھی بدستور اپنی رفتار سے گھوم رہی تھی، مگر اب اس کے ساتھ منٹ اور گھنٹے کی سوئیاں بھی آگے بڑھ چکی تھیں، انھوں نے بھی ترقی کر کے نئی منزلیں حاصل کر لی تھیں۔ سیکنڈوں کی سوئی نے اس کی گتھی سلجھا دی تھی۔ اب اس کا سارا مسئلہ حل ہو گیا تھا، اسے زندگی جینے کا سلیقہ مل گیا تھا۔ کام یابی حاصل کرنے کے لیے محنت اور مستقل مزاجی کا اصول، اسے سیکنڈوں کی سوئی نے سمجھا دیا تھا۔ "ایک کم زور سی سوئی جب اپنی محنت اور مستقل مزاجی کی بدولت خود آگے بڑھنے کے ساتھ دوسروں کو بھی آگے بڑھا سکتی ہے تو میں یہ کیوں نہیں کر سکتا؟ میں بھی یہ کر سکتا ہوں۔ دنیا مردانِ جفاکش کے لیے تنگ نہیں ہے۔" دماغ کے نہاں خانوں سے اسے یہ آواز سنائی دی۔ اس صدائے غیبی نے اس میں نئی روح پھونک دی۔

وہ اٹھا اور کام یابی کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا، مگر اب کی بار اس کی سوچ بدلی ہوئی تھی۔ کام یابی حاصل کرنے کے لیے محنت اور مستقل مزاجی کے دو اصول اس کے دماغ میں پیوست ہو چکے تھے۔ اب اسے ہر صورت میں اپنی کام یابی کا یقین ہو گیا تھا۔ وہ فاتحانہ مسکراہٹ ہونٹوں پر بکھیرتے ہوئے قدم بڑھانے لگا۔

Perfect®
Freshener
رہو خوشبوؤں میں
Dream
You'll never want to leave your Room
Perfect®
Freshener
Room
Freshener
Dream
LA PERFUME
Dry
300 ml e
perfectairfreshener PFreshener
www.se.com.pk
https://www.daraz.pk/shop/house-of-perfect
Imported & Marketed by
Shakeel Enterprises
www.se.com.pk

قانون کی حقیقی بالادستی

سید انور شاہ

کسی بھی ملک وقوم اور معاشرے کی ترقی اور استحکام کے لیے یہ ایک لازمی اور بنیادی شرط ہے کہ اس میں قانون کی حقیقی بالادستی قائم ہو۔ اگر معاشرہ لاقانونیت کا شکار ہو جائے تو صرف حکومت کا نہیں بلکہ قوم کے ہر ہر فرد کا ایک ناقابلِ تلافی نقصان ہوتا ہے۔ افسوس یہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں قانون کی حکمرانی عنقا ہوتی جارہی ہے۔ لوگ سرِ عام قانون توڑتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ نہ قانون کی عزت واحترام ہے، نہ اس کا خوف اور اس قانون شکنی پر نہ کسی کو ندامت ہوتی ہے، نہ ضمیر ملامت کرتا ہے۔ یوں اسلام کے نام پر بنا ہوا وطنِ عزیز لاقانونیت کے شکنجے میں جکڑا ہوا نظر آتا ہے۔ اس کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ قانون طاقتور پر نہیں، کمزور پر نافذ کیا جاتا ہے، چناں چہ جہاں بھی قانون طاقتوروں کے لیے مکڑی کا جالا اور کمزوروں کے لیے لوہے کا جال ہو، وہاں قانون کی حقیقی بالادستی کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ یاد رہے کہ جب تک امیر اور غریب کو یکساں طور پر قانون کے کٹہرے میں نہیں لایا جائے گا اور جب تک یہ نہیں ہوگا کہ قانون ملک کا سربراہ بھی توڑے تو اس پر بھی سزا کا نفاذ اسی طرح ہو جس طرح ایک عام غریب آدمی پر، تب تک قانون کی حقیقی بالادستی قائم نہ ہوگی۔ عدل وانصاف پر مبنی معاشرے میں کوئی بھی فرد یا گروہ قانون سے بالاتر نہیں ہوتا۔

اسلام نے امیر وغریب اور اپنے اور پرائے کی لکیر مٹا کر قانون کی حقیقی بالادستی پر کتنا زور دیا ہے، اس کا اندازہ آپ اس واقعہ سے بخوبی لگا سکتے ہیں۔ قریش کے قبیلے بنو مخزوم کی ایک عورت نے چوری کرلی تھی۔ اسلام میں چوری کی سزا یہ ہے کہ جب چور کی چوری شرعی طریقے سے ثابت ہو جائے تو اس کا دایاں ہاتھ کلائی سے کاٹ دیا جاتا ہے۔ قریش کو اس واقعے سے بڑی فکر دامن گیر ہوگئی کہ اگر ہمارے قبیلے کی اس خاتون کا ہاتھ کاٹا گیا تو اس سے ہماری خاندانی شرافت ختم ہو جائے گی اور ہم تمام عرب کی نگاہوں سے گر جائیں گے۔ اس کے لیے انھوں نے یہ طے کرلیا کہ بارگاہِ نبوت میں کوئی سفارش پیش کردی جائے، تاکہ یہ خاتون ہاتھ کٹنے سے بچ جائے، چناں چہ انھوں نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ میں انتہائی محبوب تھے، اس بات پر آمادہ کرلیا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں سفارش پیش کردیں۔ جب حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قریش کے اصرار پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سفارش کردی تو یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک پر جلال کے اثرات ظاہر ہوگئے اور نہایت غصے کے لہجے میں فرمایا: "أَتَشْفَعُ فِي حَدٍّ مِنْ حُدُودِ اللهِ" کیا تم اللہ کی مقرر کردہ حد کے بارے میں سفارش کرتے ہو۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم سے پہلے لوگ اس لیے ہلاک ہوئے کہ جب کوئی بڑے خاندان کا شخص چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے تھے اور کمزور آدمی چوری کرتا تو اس پر حد قائم کرتے تھے۔ اللہ کی قسم! اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔" (بخاری)

اللہ اکبر! اسلام نے امیر وغریب اپنے اور پرائے کے فرق کو مٹا کر تمام لوگوں کو یکساں طور پر قانون کے دائرے میں لاکر انصاف کے ساتھ فیصلے کرنے پر کتنا زیادہ زور دیا ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آج کل جو بعض پارٹیاں جماعتیں اور تنظیمیں اپنی پارٹی کے مجرموں کو ناجائز سفارشوں کے ذریعے بچانے کی کوشش کرتی ہیں، یہ بھی سراسر ناجائز اور انصاف کے خلاف ہے۔

یہ بات درست ہے کہ اس صورت حال کو بدلنے کی اصل کنجی حکومت کے پاس ہے۔ وہی نظام میں ایسی تبدیلیاں لاسکتی ہے جس کے نتیجے میں قانون کا صحیح معنی میں احترام پیدا ہو، لیکن سوال یہ ہے کہ اگر حکومت اس سلسلے میں اپنے فرائض سے غفلت برتتی ہے تو کیا ہمیں قانون شکنی کے اس مزاج پر صبر کرنا چاہیے جو روز بروز زندگی کو دو بھر بنا رہا ہے؟! اگر حکومت اپنی اصلاح نہیں کرتی تو کیا افراد کو بھی اپنی اصلاح نہیں کرنی چاہیے!!؟

اس سوال کے جواب میں شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں: "واقعہ یہ ہے کہ اگر ہمیں حکومت سے شکایات ہیں تو ان شکایات کا ازالہ کرنے کی فکر ضرور کرنی چاہیے اور اگر کسی حکومت سے مایوسی ہو تو حکومت کو بدلنے کی مناسب تدبیر بھی اختیار کرنی چاہیے، لیکن یہ بات کبھی فراموش نہ کی جائے کہ پاکستان کے بننے اور آزاد ہونے کے بعد حالات بہر صورت پہلے کے مقابلے میں مختلف ہیں اور شرعی اعتبار سے بھی صورتِ حال یہ ہے کہ جو قوانین اور سرکاری ضابطے قرآن وسنت کے کسی حکم واجب سے نہیں ٹکراتے۔ ان کی پابندی شرعی اعتبار سے بھی ہر مسلمان

حکومت کے باشندے پر ضروری ہے۔ حکومت خواہ کتنی بری ہو، لیکن اس کے ایسے احکام بالخصوص وہ احکام جو مصلحتِ عامہ کے تحت بنائے گئے ہیں، ان کی تعمیل ہر باشندے کا فرض ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دسیوں احادیث میں اس بات کی تاکید فرمائی ہے۔ لہٰذا مسلمان حکومت کے قیام کے بعد کسی ایسے قانون کو توڑنا صرف قانونی غلطی یا جرم ہی نہیں ہے بلکہ شرعی اعتبار سے بھی گناہ ہے اور اگر اس قانون شکنی کے نتیجے میں عام لوگوں کو تکلیف پہنچتی ہو یا اس سے معاشرے میں افراتفری پھیلتی ہو تو بہت سے گناہوں کا مجموعہ ہونے کی بنا پر انتہائی سنگین گناہ ہے۔

اگر ہم حکومت کی نااہلی یا غلط کاری کو بنیاد بنا کر لاقانونیت کے عادی بنے رہیں تو یہ خود اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارنے کے مترادف ہے۔ یہ ملک صرف برسرِ اقتدار افراد کا نہیں، بلکہ 22 کروڑ سے زائد افراد کا ہے، ہم سب کا ہے اور ہماری آنے والی نسلوں کا مستقبل اس سے وابستہ ہے۔ اگر ہم لاقانونیت سے نجات حاصل کرنے کے لیے اپنی ذمہ داری پوری نہیں کریں گے تو یاد رکھیے! ہم خود بھی افراتفری کا شکار ہو کر امن و سکون سے محروم رہیں گے اور اپنے بچوں کے لیے مسائل کا ایسا جہنم چھوڑ کر جائیں گے جو عمر بھر ان کے لیے وبالِ جان بنا رہے گا اور اپنے اس غیر ذمہ دارانہ طرزِ عمل کا حساب ہمیں آخرت میں بھی دینا ہو گا۔ ہو سکتا ہے کہ وقتی حیلوں، بہانوں سے دنیا کی فوری بازپرس سے بچ جائیں، لیکن اپنی کی ہوئی برائی کے لازمی نتائج بہر صورت رونما ہو کر رہیں گے اور آخرت کی بازپرس سے تو کوئی بچ ہی نہیں سکتا۔ (المستفاد: ذکر و فکر، ص26)

بقیہ

اسلام کا روشن سیاسی نظام

سب سے زیادہ عقلمند وہ ہے جو اپنے نفس پر قابو پائے۔ اللہ نے حاکموں کو حکم دیا ہے کہ وہ رعایا کے محافظ ہیں۔ رعایا کی ذمہ داری کا فرض دیانت داری سے انجام دینا اگر خزانہ جمع کرنے میں لگے رہو گے تو حیا، امانت اور وفا تم سے رخصت ہو جائے گی۔ (حوالہ: عشرہ مبشّرہ، نظریہ نظر)

خلافتِ راشدہ کے سلسلے کے آخری خلیفہ حضرت علی کرم اللہ وجہہؓ نے منصبِ خلافت سنبھالنے کے بعد مختلف علاقوں اور صوبوں کے امیروں کو خط لکھ کر نصیحت کی کہ "تم اپنی رعایا سے زیادہ دیر غائب مت رہا کرو اگر کسی وجہ سے جانا پڑے تو جلد واپس آیا کرو، امیر رعایا کے الگ ہونے کی وجہ سے لوگ تنگ ہوتے ہیں۔ لوگوں سے میل جول رکھا کرو، تا کہ تمہیں رعایا کے حال معلوم ہوں۔ اگر تم براہِ راست لوگوں سے حالات معلوم نہ کرو گے تو تمہارے مقرّر کردہ لوگ برے کو اچھا اور اچھے کو برا پیش کریں گے۔" (حوالہ: عشرہ مبشّرہ، نظریہ نظر)

مندرجہ بالا بیان کردہ تاریخی حقائق اس بات کی دلیل ہیں کہ تاریخِ اسلام کی طرزِ حکم رانی دورِ حاضر کے لیے ایک روشن مثال ہے۔ یہ جمہوری نظام کا وہ روشن باب ہے جس کی نظیر نہیں ملتی۔ یہ طرّہ امتیاز بھی اسلام ہی کو حاصل ہے کہ اس نے معاشرے میں ایک بے مثال سیاسی نظام متعارف کروا کر اس غلط فہمی کو بھی رد کر دیا کہ سیاست اور مذہب دو الگ الگ شعبے ہیں۔

بقول اقبال

جمالِ پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو
جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

ہمارا وطن پاکستان بدقسمتی سے اب تک جن سیاسی بحران کا شکار رہا ہے، اس کی وجوہات کا بغور جائزہ لیا جائے تو اس کے سیاسی نظام میں وہی خامیاں نظر آتی ہیں جن کی نشاندہی یا جن سے بچنے کی تاکید ہمارے تاریخِ اسلام کے حکمرانوں نے کی۔ اسلام کے نام پر ایک ملک تو حاصل کر لیا، مگر وہاں وہ سیاسی نظام رائج نہ ہو سکا جو ہماری میراث تھا۔ بدقسمتی سے یہاں آنے والی اکثر حکومتوں نے ملکی مفادات کو ملحوظِ خاطر رکھنے کے بجائے ذاتی مفادات کو ترجیح دی۔ تاریخ کو اوراق پلٹ کر دیکھیں تو خلیفہ سوم کے منہ سے یہ الفاظ بھی سننے کو ملتے ہیں کہ دریائے فرات کے کنارے کتّا بھی پیاسا مرا تو عمر اس کا جواب دہ ہے۔ تو کہیں عمرؓ ایک بوڑھی عورت کے آگے زار زار روتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں قیامت کے دن گریبان پکڑے جانے سے بہت ڈرتا ہوں۔ کیا آج ہماری میراث میں موجود حیا، امانت، وفا، دیانت ہم میں موجود ہے؟ غربتِ افلاس ظلم و زیادتی اور ناانصافی کا بول بالا ہوتا جا رہا ہے۔

غریبِ شہر ترستا ہے اک نوالے کو
اور امیرِ شہر کے کتّے بھی راج کرتے ہیں

محترم حکاّمِ بالا! تحریر کا مقصد آپ پر تنقید کرنا ہرگز نہیں تھا۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ کسی بڑے کو نصیحت کرنے سے نہ موت قریب آتی ہے نہ رزق دور ہوتا ہے۔ بات کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ نے آپ کے کاندھوں پر بہت بھاری ذمہ داری عائد کی ہے۔ لہٰذا آپ اس منصب کا حق ادا کرنے میں اپنے سر دھڑ کی بازی لگائیں۔ اپنی ذمہ داریوں سے خدارا آنکھیں نہ پھیریں۔ حدیث کا مفہوم ہے کہ ہر ایک اپنی رعیت کے بارے میں جواب دہ ہے۔ آپ سے قیامت میں جب آپ کی رعیت کے بارے میں سوال کیا جائے تو کہیں آپ کو شرمندہ نہ ہونا پڑ جائے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ رعایا کے دل میں بادشاہ کی نفرت ہوا کرتی ہے اور میں اس چیز سے بچنا چاہتا ہوں تو ہم خود سوچیں کہ جب عشرہ مبشرہ میں موجود اصحاب کا اپنی ذمہ داریوں کے حوالے سے یہ رویّہ ہے تو ہمیں اور آپ کو کس قدر محتاط ہونے کی ضرورت ہے۔ پاکستان ہم سب کا وطن ہے۔ اس کی حفاظت اور ترقّی ہم ہی نے مل کر کرنی ہے اور اسے حقیقت میں ایک اسلامی جمہوریہ پاکستان بنانا ہے۔ اللہ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔ آمین!

اسلام کا روشن سیاسی نظام

سمیعہ گل شمیم

اسلام وہ دینِ فطرت ہے جو انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرتا ہے۔ چاہے وہ معاشی پہلو ہو یا معاشرتی، نفسیاتی ہو، ثقافتی یا سیاسی، غرض اسلام نے ہر شعبے میں انسان کی راہ نمائی فرمائی ہے۔ اسلام کا سیاسی نظام ایک ایسا روشن باب ہے جو ہر دور کے لیے مشعلِ راہ ہے۔ اسلام کے سیاسی نظام میں حاکمِ اعلیٰ صرف اللہ کی ذات ہے جیسا کہ خود اللہ کا ارشاد ہے کہ "حکومت تو سب اللہ کی ہے" (سورۃ یوسف: 40)

اللہ کی اطاعت کے بعد رسول اکرم ﷺ کی اطاعت کا حکم ہے، ارشاد ہے کہ "جو رسول تمہیں دیں وہ لے لو، جس سے منع کریں اس سے رک جاؤ" (سورۃ الحشر: آیت 7) اور پھر اس کے بعد امیرِ وقت کی اطاعت کا حکم ہے۔ فرمان ہے کہ "تم اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اور اس کی جو تم میں صاحبِ امر ہو" (سورۃ النساء: آیت 59)

اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں انسان کو اپنا نائب بنا کر بھیجا ہے۔ لہٰذا یہ ایک خلیفہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس دنیا میں اللہ کے عائد کردہ نظام کا نفاذ کرے اور اللہ کی متعین کردہ حدود کا خیال رکھے۔ خود بھی ان حدود کی پاسداری کرے اور اپنی رعایا کو بھی اس کا پابند کرے۔ نبی ﷺ کے بعد خلفائے راشدین نے بھی اپنے اپنے عہدِ خلافت میں بے مثال طرزِ حکومت کے نمونے پیش کیے۔ ذیل میں خلفائے راشدین کے خطبات کی چند جھلکیاں پیش کی جا رہی ہیں۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے جب منصبِ خلافت سنبھالا تو ارشاد فرمایا کہ "اے لوگو! مجھے آپ کا ذمہ دار بنایا گیا ہے، حالاں کہ میں آپ سے بہتر نہیں ہوں اور اب قرآن نازل ہو چکا ہے اور حضور ﷺ سنّتیں بیان کر چکے ہیں۔ آپ ﷺ نے یہ فرمایا ہے کی سب سے بڑی عقلمندی تقویٰ ہے اور سب سے بڑی حماقت فسق و فجور ہے اور جو طاقت کے زور پر دوسروں کے حقوق دبا لیتا ہے وہ میرے نزدیک کمزور ہے۔ میں اس سے لوگوں کے حقوق دلوا کر رہوں گا۔ لوگو! میں رسول ﷺ کی اتّباع کرنے والا ہوں اگر میں ٹیڑھا چلوں تو مجھے سیدھا کر دینا۔ (حوالہ: عشرہ مبشّرہ، نظر بہ نظر)

پھر حضرت عمر فاروقؓ کا دورِ خلافت آیا تو آپ نے منصب پر فائز ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا کہ "لوگو! اللہ میرے ذریعے تمہیں اور تمہارے ذریعے مجھے آزمائیں گے۔ اللہ کی قسم ایسا نہیں ہو گا کہ میرے ذمہ تمہارا کوئی کام ہو اور اسے میرے سوا کوئی اور پورا کرے۔ ایک بات کان کھول کر سن لو! کہ اگر تم اچھا عمل کرو گے تو میں اچھا سلوک کروں گا اگر برا عمل کرو گے تو میں عبرتناک سزا دوں گا۔ قرآن پر عمل کرو اس طرح تم قرآن والے ہو جاؤ گے۔ اللہ کے حساب سے پہلے اپنا محاسبہ کر لو اس طرح اللہ کا حساب آسان ہو جائے گا۔ کسی بڑے کو نصیحت کرنے سے نہ موت قریب آتی ہے نہ رزق دور ہوتا ہے، جس کا دین لُٹ گیا اس کا سب کچھ لُٹ گیا۔ لہٰذا اپنے دین کو بچا کر رکھنا، لوگوں کے دلوں میں بادشاہ کی نفرت ہوا کرتی ہے اور میں اس چیز سے بچنا چاہتا ہوں۔ اللہ مجھے اور تمہیں دین پر استقامت دے۔" (حوالہ: عشرہ مبشّرہ، نظر بہ نظر)

پھر جب خلیفۂ سوم حضرت عثمانؓ نے منصبِ خلافت سنبھالا تو آپ نے بھی رعایا سے خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے کہا کہ "لوگو! تقویٰ اختیار کرو کیوں کہ تقویٰ غنیمت ہے۔

(بقیہ ص 13 پر)

NEW
Zaiby Jewellers
CLIFTON
Z-J
46
YEARS
EXCELLENCE
ARTISAN
Crafted
FINESSE
021 35835455, 35835488
newzaibyjewellers@gmail.com
S-11, Yousuf Grand Square, Block 8, Clifton, Karachi
newzaibyjewellers

بیوٹی پارلر کی شرعی حدود

سوال (1) میں گھریلو پیمانے پر ایک بیوٹی پارلر کھولنا چاہتی ہوں۔ارادہ ہے کہ ایسا پارلر شروع کروں کہ جس میں کوئی بھی غیر شرعی فعل نہ ہو۔ذیل میں ان تمام کاموں کو تفصیل سے درج کرتی ہوں جو کسی پارلر میں ہوتے ہیں یا سنگھار کا ذریعہ ہیں۔برائے مہربانی نہایت وضاحت سے جواب دیں کہ ان میں سے کن چیزوں کو کرنا جائز ہے اور کن کا کرنا ناجائز'تاکہ یہ پارلر شرعی خطوط پر کام کر سکے اور یہ پارلر ان تمام عورتوں کے لیے ہوگا جو شرعی پردہ کرتی ہیں۔

1 بالوں کا کاٹنا : عورتوں اور نابالغ بچیوں کے بال

2 بالوں کا رنگنا : کالے خضاب کے علاوہ جو کہ عمر چھپانے کے لیے استعمال ہو

3 بالوں کا مختلف اقسام سے سنوارنا : چوٹی یا جوڑے کی شکل میں

4 فیشل : صفائی کے لیے مختلف کریموں سے چہرے کی مالش کرنا

5 ہاتھوں اور پیروں کی مالش کرنا

6 دھاگے یا کسی آمیزے سے بھنوؤں کا خط بنانا

7 ہاتھ پیر کے بال اتارنا : یعنی چکنے آمیزے کی مدد سے

8 چہرے کے بال اتارنا : یعنی داڑھی'مونچھ'رخسار'پیشانی'آمیزے یا دھاگے کی مدد سے

9 دلہن کا سنگھار کرنا

ہر ایک حصے کی نمبر وار وضاحت فرمائیں۔

مسائل پوچھیں اور سیکھیں

مفتی محمد توحید

سوال (2) ان میں سے جو جائز عمل ہیں کیا ان کا کرنا ان تمام عورتوں کے لیے جائز ہے جو پردہ کرتی ہیں یا پردہ نہیں کرتیں؟

جواب : واضح رہے کہ زیب وزینت اور بناؤ سنگھار عورت کا فطری حق ہے۔اسلام عورت کی اس فطری خواہش کا مخالف نہیں ہے'مگر اس زیب وزینت میں شرعی حدود وقیود سے تجاوز کرنا'اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے طریقوں سے انحراف کرنا ہرگز درست نہیں'بلکہ خواتین کے لیے بناؤ سنگھار اور زیب وزینت اختیار کرنے میں شرعی تقاضوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے اور اس بات کا اہتمام کرنا ضروری ہے کہ ان کے کسی طرزِ عمل سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی ناراضی لازم نہ آئے۔

زیب وزینت اور بناؤ سنگھار میں شریعت کی مقرر کردہ حدود یہ ہیں کہ جن امور کی شریعت میں واضح طور پر ممانعت ہے'ان کے ارتکاب سے بچیں'چاہے وہ شوہر ہی کے لیے کیوں نہ ہو اور بناؤ سنگھار کے جو امور شرعی حدود اور جائز درجہ میں ہیں ان میں بھی مقصود شوہر کو خوش کرنا ہو'نہ کہ دوسری عورتوں اور نامحرم مردوں کو دکھانا یا ان کے سامنے اِترانا ہو۔اگر شوہر کو خوش کرنے کے لیے بناؤ سنگھار کرے گی تو اس کو ثواب ملے گا اور اگر نامحرم مردوں کو دکھانے یا فخر کی نیت سے بناؤ سنگھار کرے گی تو گناہ گار ہوگی۔

چناں چہ موجودہ دور میں بیوٹی پارلر کے نام سے عورتوں کے بناؤ سنگھار کے جو ادارے قائم ہیں'ان میں بعض جائز امور کے ساتھ ساتھ بہت سے خلافِ شریعت امور کا ارتکاب بھی ہوتا ہے'جو کہ ظاہر ہے موجبِ گناہ ہیں'البتہ جو امور جائز ہیں اگر شرعی حدود میں رہتے ہوئے بیوٹی پارلر میں ان کا اہتمام کیا جائے تو جائز اور صحیح ہیں۔

سوال نمبر 1 میں ذکر کئے گئے امور کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے :

1 خواتین کا اپنے سر کے بالوں کو کٹوانا یا کتروانا خواہ کسی بھی جانب سے ہو'مردوں کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے ناجائز اور گناہ ہے۔حدیث شریف میں اس کی سخت ممانعت ہے۔حدیث کے الفاظ یہ ہیں : "لَعَنَ اللهُ الْمُتَشَبِّهِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ وَالْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ" (مشکاۃ)

ترجمہ : اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے ان مردوں پر جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں اور ان عورتوں پر جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں۔ لہٰذا عورتوں کے لیے سر کے بال کٹوانا یا ترشوانا جائز نہیں'البتہ کسی عذر یا بیماری کی وجہ سے بالوں کا ازالہ ناگزیر ہو جائے تو پھر شرعی عذر کی بنا پر عذر کے باقی رہنے تک بقدرِ ضرورت بالوں کا کاٹنا جائز ہے۔یہی حکم بالغ اور قریب البلوغ لڑکیوں کا ہے کہ ان کے بال کٹوانا جائز نہیں'البتہ ایسی بچیاں جو چھوٹی ہوں'قریب البلوغ نہ ہوں تو خوب صورتی یا کسی اور جائز مقصد کے لیے ان کے بال کٹوانا جائز ہے'تاہم ارادی طور پر کافروں یا فاسقوں کی مشابہت سے بچنا چاہیے۔

2 بیوٹی پارلر میں خواتین کے بالوں کو خوب صورت کرنے کے لیے بلیچ کرکے پھر دوسرے رنگ (کالے خضاب کے علاوہ) سے رنگا جاتا ہے تو اگر یہ کام شرعی حدود کے اندر رہتے ہوئے کیا جائے تو شرعاً اس میں مضائقہ نہیں۔

3 خواتین کے لیے سر کے بالوں کو کاٹے بغیر مختلف

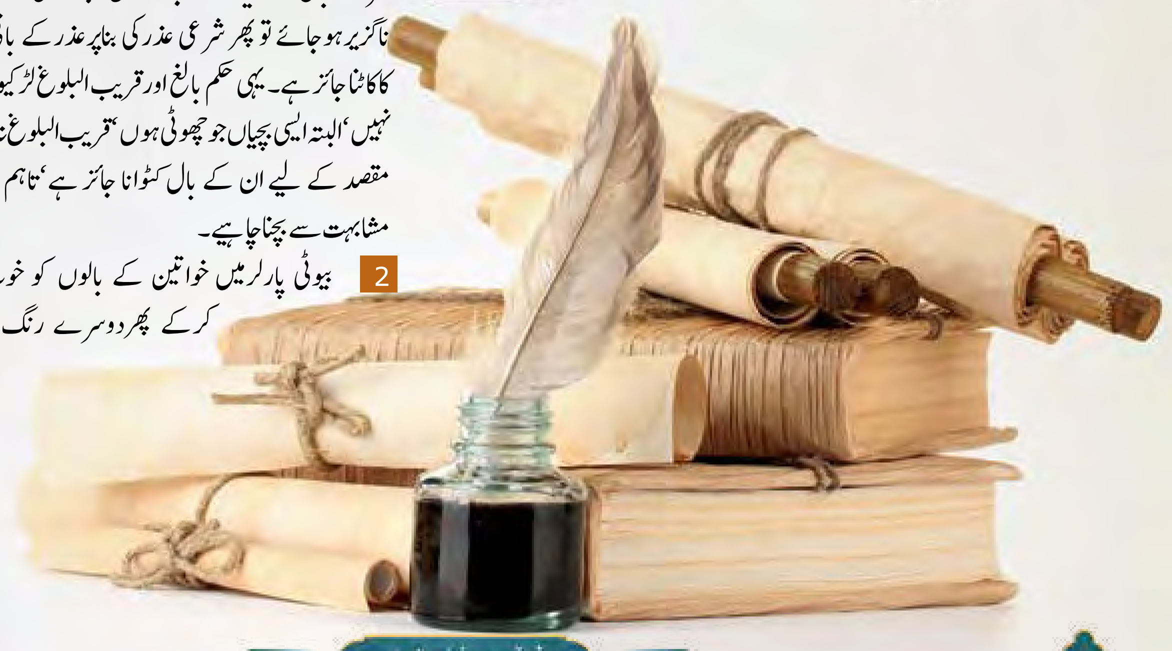

ڈیزائن سے سنوارنا مثلاً: چوٹی وغیرہ کی شکل میں بنانا جائز ہے‘ البتہ کوہان کی شکل کا جوڑا بنانا (جو اوپر کی طرف اٹھا ہوا ہوتا ہے) جائز نہیں‘ حدیث میں اس کی ممانعت آئی ہے۔

5‘4 زینت کے لیے چہرے یا ہاتھ پاؤں کا فیشل کروانا شرعی حدود کے اندر رہتے ہوئے جائز ہے۔

6 عورتوں کے لیے بھنویں بنانا (دھاگے یا کسی اور چیز سے) جائز نہیں ہے۔ حدیث شریف میں ایسی عورتوں پر لعنت آئی ہے اور ایسا کرنا اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی شکل کو بگاڑنے کے مترادف قرار دیا گیا ہے‘ البتہ قینچی کی مدد سے بھنووں کے بالوں کو کم کرسکتی ہے‘ جبکہ مخنث (ہیجڑے) کی مشابہت نہ ہو۔

8‘7 خواتین اپنے چہرے کے غیر معتاد بال مثلاً: داڑھی‘ مونچھ‘ پیشانی وغیرہ کے بال یا کلائیوں اور پنڈلیوں کے بال صاف کرنا جائز ہے‘ البتہ انھیں نوچنے یا اکھاڑنے کے بجائے کسی پاؤڈر وغیرہ کے ذریعے صاف کرلینا زیادہ بہتر ہے۔

9 جائز ہے‘ بشرطیکہ کسی غیر شرعی امور کا ارتکاب نہ کیا جائے۔

جواب نمبر 2 اس کا جواب اوپر گزر گیا کہ زیب وزینت میں جو چیزیں جائز درجہ میں ہیں‘ ان کے اندر بھی شرعی حدود وقیود کا لحاظ رکھنا ضروری ہے کہ زیب وزینت غلط مقصد کے لیے نہ ہو۔ خلاصہ یہ کہ باپردہ خواتین کا بناؤ سنگھار کیا جائے‘ بےپردہ خواتین کا نہ کیا جائے۔ واللہ اعلم!

بقیہ

لیموں کی پھانک۔۔۔ گھٹوں میں دے آرام

ہاتھ پاؤں کی انگلیوں پر یا تلووں پر یا ہتھیلیوں پر کبھی کبھی پتھر جیسے سخت ابھار ہوجاتے ہیں جنہیں گھٹا (Corn) کہتے ہیں۔ شروع میں لیموں کا رس لگانے سے ہی گھٹے نرم پڑجاتے ہیں‘ مگر پرانے گھٹوں میں رات کو لیموں کی پھانک باندھ دینی چاہیے۔

لیموں اور مرضِ یرقان

مرضِ یرقان میں پہلے آنکھوں اور ناخنوں پر زردی اور پھر تمام بدن پر ظاہر ہوتی ہے۔ پیشاب اس قدر زرد ہوجاتا ہے کہ اگر اسے سفید رنگ کا کپڑا یا روئی کا پھایا تر کیا جائے تو اس کا رنگ زرد ہوجاتا ہے۔ اس مرض میں اجابت بھی زرد سیاہی مائل رنگت لیے ہوئے قبض کے ساتھ خارج ہوتی ہے۔ اس مرض کے ازالہ کے لیے بھی لیموں ایک بہت اچھی دوا ہے۔ درجہ ذیل نسخہ نوٹ فرمالیں۔

ھوالشافی: لیموں کا رس 1 تولہ　کھانڈ 2 تولہ　نوشادر 2 رتی　سوڈا خوردنی (میٹھا سوڈا) 4 رتی

سب کو آپس میں ملا کر 10 تولہ پانی میں حل کرکے صبح نہار منہ اور شام کو مریض کو پلائیں۔ چند روز کے استعمال سے ان شاءاللہ جگر کی تمام بیماریاں دور ہوجائیں گی۔ یہ نسخہ یرقان کی اس حالت میں بھی مفید ہے جبکہ مریض کے ہاتھ پاؤں میں سے آگ کے شعلوں کی طرح گرمی نکلتی ہوئی معلوم ہو۔

لیموں کا رس۔۔۔۔ فائدے بہت

نسخہ: تازہ پانی میں لیموں کا رس نچوڑ کر اس پانی کو منہ میں بھر کر اچھی طرح سے کلی کرنے پر منہ کے اندر کے چھالے ٹھیک ہوجاتے ہیں اور مسوڑھوں کی سوجن نہیں رہتی اور منہ کی بدبو بھی دور ہوجاتی ہے۔

نسخہ: لیموں کو درمیان سے کاٹ کر اسے گرم کرکے اس پر تھوڑا سا نمک چھڑک کر کئی روز تک کھانا کھانے سے قبل چوسنے سے بڑھی ہوئی تلی اپنے معمول کے سائز میں آجاتی ہے۔

لیموں۔۔۔۔ بھوک بڑھائے، متلی بھگائے

نسخہ: لیموں کے رس میں تھوڑا سا نمک اور پسی ہوئی کالی مرچ ملا کر پینے اور لیموں کو کاٹ کر اس میں نمک اور پسی ہوئی کالی مرچ بھر کر چوسنے سے بدہضمی دور ہوجاتی ہے اور بھوک خوب لگتی ہے۔

نسخہ: ادرک کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کاٹ کر ان پر لیموں نچوڑ کر اور قدر سیندھا نمک چھڑک کر انھیں کھانا کھانے کے ساتھ استعمال کرنے سے چند ہی دنوں میں بھوک میں اضافہ ہوجاتا ہے۔

نسخہ: تازہ ٹھنڈے پانی میں چینی گھول کر یا شہد ملا کر اس میں لیموں نچوڑ کر لینے سے متلی بند ہوجاتی ہے اور سفر کے دوران لیموں کا رس چوسنے سے بھی متلی نہیں ہوتی۔

نسخہ: لیموں پر چینی اور چھوٹی الائچی کے دانے بھر کے چوسنے سے اُلٹیاں آنا بند ہوتی ہیں۔

وطن عزیز کے نامور طبیب حکیم محمد سعید
موسم گرما میں روزانہ ایک گلاس پانی میں لیموں کا رس اور شہد شامل کرکے صبح نہار منہ نوش فرماتے تھے۔

لیموں

لیموں جگر کا بہترین محافظ

باورچی خانہ اور ہماری صحت

• حکیم شمیم احمد

تعارف

لیموں کو عربی میں لیمون ٗ انگریزی میں Lemon کہتے ہیں اور اس کا نباتاتی نام CitrusLimon ہے۔

لیموں کا کھٹا میٹھا شربت اپنے فوائد کے لحاظ سے بچوں بڑوں سب میں یکساں مقبول ہے۔ اس میں پانچ فیصد (CitricAcid) کی مقدار ہوتی ہے ٗ جو اس کے ذائقے کو خوب چٹخارے دار بناتی ہے۔ لیموں میں حیاتین ’ج‘ بھرپور ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ اس میں حیاتین ’ب‘ کیلشیم ٗ فاسفورس ٗ میگنیزیم ٗ پروٹین اور کاربوہائیڈریٹس بھی پائے جاتے ہیں۔ بدہضمی میں تو لیموں کا رس اکسیر ہے۔ اسکے رس کے چند قطرے نیم گرم پانی میں ملا کر پینے سے بہت جلد افاقہ ہو جاتا ہے۔ یہ متلی ٗ سینے کی جلن ٗ اسہال ٗ اپھارے اور کھٹی ڈکاروں میں بھی بہت فائدے مند ہے۔

پیٹ کے درد میں افاقہ

12 گرام لیموں کا رس ٗ 6 گرام شہد اور
6 گرام ادرک کا رس ملا کر پینے سے یا
کالا نمک 1 گرام سفوف اجوائن 1 گرام
سفوف زیرہ 1 گرام چینی 5 گرام اور
ایک لیموں کا رس ان سب کو ملا کر پینے سے پیٹ کا درد دور ہو جاتا ہے۔

لیموں کے استعمال سے جگر کی بیماریوں کا مکمل خاتمہ

اعضائے جسمانی میں جگر ایسا عضو ہے جس میں بیش بہا خون کی افزائش ہوتی ہے۔ اس لیے جگر کی درستی کا خیال رکھنا از حد ضروری ہے۔ اگر جگر میں کوئی نقص پیدا ہو جاتا ہے تو اس کا اثر لازمی طور پر خون میں شامل ہوتا ہے اور جب خون میں نقص پیدا ہو گیا تو سمجھیے کہ پورے بدن میں خلل آگیا۔ اس لیے جگر کو درست رکھنے کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے ٗ تاکہ خون صالح پیدا ہو اور بدن میں کوئی بیماری پیدا نہ ہونے پائے۔ جگر کی بیماریوں کے لیے لیموں ایک بہت ہی مفید چیز ہے ٗ اس کے استعمال کرتے رہنے سے جگر کی تقریباً تمام بیماریاں ختم ہو جاتی ہیں۔

لیموں۔۔۔ فوائد کا خزانہ

1. لیموں جلد کی بیماریوں کو بھی دور کرنے کی زبردست صلاحیت رکھتا ہے۔
2. لیموں جلد پر پڑی جھریوں اور کیل مہاسوں کو ختم کرتا ہے۔
3. لیموں کا رس منہ کی بدبو کو لاجواب مہک میں بدلنے میں اپنی مثال آپ ہے۔
4. لیموں سانس کی تکلیف میں بھی آرام دیتا ہے۔
5. لیموں متلی ٗ قے ٗ دست ٗ ہیضہ ٗ پیٹ درد اور ہچکی کی صورت میں انتہائی مفید ہے۔
6. لیموں کھانا ہضم کر کے بھوک بڑھاتا ہے۔
7. لیموں سے دل کو طاقت ملتی ہے ٗ یہ دل کی دھڑکن کو معمول پر لاتا ہے۔
8. لیموں پیشاب آور ہے اور قبض کشا بھی۔
9. لیموں کے چھلکوں کا کاڑھا بنا کر چھان کر پینے سے پیٹ کے کیڑے مر جاتے ہیں۔
10. لیموں ریاح کا اخراج کرتا ہے اور پیاس بجھاتا ہے۔
11. لیموں سے امراضِ چشم دور ہو جاتے ہیں اور آنکھوں کی بینائی بڑھتی ہے۔
12. لیموں سے بخار بھی ٹوٹ جاتا ہے اور گھبراہٹ دور ہو جاتی ہے۔
13. لیموں کے استعمال سے خون صاف ہو جاتا ہے جس سے پھوڑے پھنسی ٗ چہرے کے مہاسے ٗ داد ٗ خارش اور اگزیما وغیرہ میں بہت مفید ہوتا ہے۔

(بقیہ ص 17 پر)

Your Friend In Real Estate

جُنید امِین

الحمدللہ پورے اطمینان اور بھروسے کے ساتھ
بحریہ ٹاؤن، ڈی۔ایچ۔اے سٹی اور ڈیفنس کراچی میں
محفوظ اور منافع بخش سرمایہ کاری۔
معلومات اور مشورے کے لیے

جُنید امِین

BAHRIA TOWN

PAKISTAN DEFENCE OFFICERS HOUSING AUTHORITY

DHA CITY

نزد مسجد بیت السلام، خیابان جامی، فیز 4، ڈیفنس، کراچی

021-35313254 - 0300-9213373 junaidameen@live.com

قسط نمبر 10

مجھ کو دیکھیں گے رسولِ خدا ﷺ

جنید حسن

جب روضۂ طیبہ پر حاضر ہو کے رسولِ خدا کے قریب آکر ان سے ہم رازو نیاز ہونے کا شرف ملا اور دل ہی دل میں اس تصور کی لذت بھی حاصل کی کہ یقیناً نبی ﷺ نے میری بات کو سنا ہوگا اور جواب بھی مرحمت فرمایا ہوگا۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

مدینے کی زیارتیں:

اگلے روز زیارتوں کا پروگرام تھا۔ نمازِ فجر کے بعد ہم ناشتے کا سامان لے کر ہوٹل آگئے۔ صبح 6:45 پر ہم مدینے میں زیارتوں کے سفر پر روانہ ہوئے۔ ہمارے ڈرائیور صالح کو تاریخی جغرافیے کا کچھ علم تھا، چناں چہ میں نے اس سے طے کیا کہ وہ ہمیں ممکنہ اور معروف و غیر معروف دونوں مقامات کی زیارت کروائے۔

مسجدِ قبا:

ہم سب سے پہلے مسجدِ قبا پہنچے۔ ہم نے سن رکھا تھا کہ حضورِ اکرم ﷺ ایک دن ہفتے میں صبح نمازِ فجر کے بعد مسجدِ قبا تشریف لے جاکر دو رکعت اشراق کی نماز ادا فرماتے تھے اور اس عمل کی تقلید کرنے والے کو ایک عمرے کے ثواب کی خوش خبری دی گئی ہے، چناں چہ ہم بھی اس نیت کو دل میں لیے روانہ ہوئے۔ مسجدِ قبا اسلام کی پہلی مسجد ہے، جو رسول اللہ ﷺ نے اپنے دستِ مبارک سے قائم کی اور اس عظیم مسجد کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ اس کا ذکر قرآن مجید کی سورۂ توبہ میں بھی آیا ہے۔ ”وہ مسجد، جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی۔ (سورۂ توبہ: 108)“ جب آپ ﷺ نے ہجرت فرمائی تو اس وقت کے یثرب سے پہلے (جو بعد میں مدینۃ النبیؐ کے نام سے موسوم ہوا) آپ ﷺ کچھ عرصہ قبا کے مقام پر ٹھہرے ہوئے تھے۔ مسجد سفید رنگ کی ہے۔ سامنے کی طرف مسجد کا ایک بڑا گنبد ہے اور دائیں بائیں دو گنبد نظر آتے ہیں، جب کہ اسی ہیئت کے تین گنبد ان کے ساتھ عقب سے بھی متّصل ہیں۔

پارکنگ میں بہت رش تھا۔ زائرین کی کثیر تعداد یہاں پہنچی ہوئی تھی۔ مسجد کے باہر بہت سے اسٹال لگے ہوئے تھے، جن پر مناسب قیمت پر اچھی چیزیں دستیاب تھیں۔ والدہ اور زوجہ دونوں خواتین کے وضوخانے اور مصلّے کی جانب چلی گئیں، جو خواتین کے لیے ہر مسجد میں بنے ہوئے ہوتے ہیں۔ میں اور خبیب مسجد کے بائیں طرف کے گیٹ سے داخل ہوئے اور نمبر دار خانوں والے ریک میں اپنے سینڈل رکھ کر اندر چل دیے۔ اسلام کی پہلی مسجد کا اندرونی منظر سامنے تھا۔ میں آہستہ آہستہ بڑھتا ہوا آگے پہنچا۔ میری قسمت کھل گئی۔ میں امام کے مصلّے کے پیچھے دوسری صف میں نفل ادا کرنے لگا۔ وہاں خوب دعائیں مانگیں۔ نظر بار بار امام کے مصلّے کی طرف اٹھتی تھی، جسے آڑ لگا کر نمازیوں کے لیے بند رکھا ہوا تھا۔ رسول اللہ ﷺ یاد آرہے تھے۔ اس مصلّے پر نماز پڑھاتے ہوں گے۔ مجھے بار بار خیال آرہا تھا کہ جہاں میں بیٹھا ہوا ہوں، یہاں جلیل القدر صحابہ حضراتِ ابو بکر و عمر و عثمان و علی، امیر حمزہ، سعد بن ابی وقاص، زبیر بن العوام، طلحہ، عبد الرحمٰن بن عوف، مصعب بن عمیر بلال اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کھڑے ہوتے ہوں گے۔ الحمد للہ رب العلمین، جس کی عنایت و سعادت سے ایک خاک کی چٹکی نے ستاروں کے قدم چومے۔ مسجدِ قبا میں نماز پڑھ کر میں اِک ایسی مقدّس اور شاداں و فرحاں کیفیت سے دوچار ہوا، جو ناقابلِ بیان ہے اور مجھے کہیں اور محسوس نہ ہوئی۔ نوافل پڑھ کر ہم مخالف سمت کے دروازے سے باہر نکلے۔ دائیں بائیں ایک ایک اور مصلّی امام کے سامنے کی جانب محراب کے دائیں بائیں دو دروازے بنے ہوئے ہیں، جو مقفّل ہیں۔ لکڑی کے ان دروازوں پر سنہری پلیٹیں لگی ہوئی تھیں۔ میری نظریں ان میں رسول اللہ ﷺ کے مبارک قدموں کے نشان تلاشتی رہیں اور میں اپنی قسمت کے ستارے کو دن کی روشنی میں آسمان پر چمکتا ہوا دیکھتا، ٹیکسی کی طرف چل دیا۔

مسجدِ قبا سے نکل کر صالح ہمیں قریب ہی وہاں لے چلا، جہاں ایک ساڑھے چار فٹ قریب چھوٹا سا احاطہ سڑک کنارے بنا ہوا ہے اور وہاں سے سڑک کھڑے ہو کر مسجدِ قبا نظر آتی ہے۔ اندر جاکر دیکھا تو تین چار مختصر صفوں کی گنجائش تھی اور دو صفوں میں جائے نمازیں بچھی ہوئی تھیں۔ جب حضور ﷺ قبا پہنچے تھے تو یہاں نماز ادا فرمائی تھی۔ ہم نے بھی تقلید میں وہاں نفل نماز پڑھی اور آگے بڑھ گئے۔

(جاری ہے)

Super Kote® PAINT

ROYALE GROUP

سندھ میں ٹوکن کے بغیر رنگ بنانے والی پہلی اور پاکستان کی دوسری کمپنی

رویال پینٹ (سپر کوٹ)

کراچی کے عوام کو مہنگائی سے نجات دو پینٹ کے تمام ڈبوں سے ٹوکن ختم کرو

"حضراتِ اکابرین سے دعاؤں کی درخواست"

کہ اللہ پاک ہمیں استقامت دے اور رنگ سازوں کے شر سے ہمیں

محفوظ رکھے اور ہم سب کو حلال رزق کمانے کی توفیق دے۔ آمین

مساجد اور مدارس کے لئے خصوصی رعایت۔

سپر کوٹ اب نئے اور کم دام میں طلب کریں۔

Product	Old price	New price
PLASTIC EMULSION	~~1400~~ Gallon ~~5400~~ Drum	1100 Gallon 4200 Drum
MATT FINISH	~~2650~~ Gallon ~~10,400~~ Drum	2350 Gallon 9200 Drum
STAINLESS	~~2600~~ Gallon ~~10,200~~ Drum	2300 Gallon 9000 Drum
WEATHER SHELTER	~~2300~~ Gallon ~~9000~~ Drum	2050 Gallon 8000 Drum
FILLING PUTTY	~~950~~ Gallon ~~3600~~ Drum	650 Gallon 2400 Drum
OIL PRIMER SEALER	~~1950~~ Gallon ~~7600~~ Drum	1650 Gallon 6400 Drum
ENAMEL	~~2550~~ Gallon ~~10,000~~ Drum	2250 Gallon 8800 Drum
W.BASE PRIMER	~~1750~~ Gallon ~~6800~~ Drum	1450 Gallon 5600 Drum

FOR FREE DELIVERY
0335-2967871
0313-2329526

ٹوکن کی رقم گیلن پر 400 روپے اور ڈرم پر 1600 روپے خریدار کیوں دے؟

Royale Paint Industries (Pvt.) Ltd.

info@superkotepaint.com /superkotepaint www.superkotepaint.com

"ارے'او۔۔۔ عبدالغنی! ابھی تک سویا پڑا ہے کلموہے۔ جلدی اٹھ کر انڈے لے کر آ تو میں ناشتہ بناؤں۔" یہ وہ پہلی آواز تھی' جو روز سویرے عبدالغنی کو نیند سے جگاتی تھی۔

وہ جھٹ پٹ اٹھ پڑا۔ وہ جانتا تھا اگر ایک آواز میں نہ اٹھ سکا تو دوسری آواز کوئی نہیں آنی تھی' بس! ٹھنڈے پانی کا ایک گلاس تھا' جو سیدھا منہ پر جھپٹ پڑتا تھا۔

عبدالغنی اٹھتے ہی دروازے کی طرف بھاگا۔ انڈوں کے پیسے تو پہلے ہی اس کے منہ پر مار دیے گئے تھے۔ وہ بھاگتا ہوا نیچے اترا' بیکری پر پہنچا' انڈے خریدے اور گھر کی طرف دوڑا' پھر اس نے اپنی رفتار دھیمی کر لی اور راستہ آرام آرام سے طے کرنے لگا۔ بس یہ راستہ ہی وہ جگہ ہے' جہاں اسے کام کے لیے کوئی آواز نہیں لگاتا تھا' پھر وہ گھر کی گلی میں داخل ہوا۔

"ارے' عبدالغنی! نامراد۔۔۔ جلدی آ' دیر ہو رہی ہے۔" روشن آرا کی بلند آواز نے اس کا ایکسیلیٹر دبا دیا۔ وہ بھاگتا ہوا اوپر پہنچا اور انڈے تھما دیے۔ اسے بیت الخلا جانے کی حاجت محسوس ہو رہی تھی۔ "چل! اب جا کر دستر خوان لگا اور یہ سارا سامان دستر خوان پر رکھ۔ میں انڈے بنا کر لاتی ہوں۔"

"جی' بی بی جی!" یہ کہہ کر عبدالغنی پلیٹ' چائے' چینی مگ' بالائی اور دیگر سامان دستر خوان پر رکھنے لگا۔ اس کا گلا پیاس سے خشک ہو رہا تھا' وہ بار بار پانی کے ڈسپنسر کی طرف دیکھ رہا تھا۔ "عبدالغنی! ذرا پانی تو لے کر آ۔ کچن میں اتنی شدید گرمی ہے' میرا تو حلق ہی پیاسا ہو گیا ہے انڈے بنا بنا کر۔" روشن آرا نے گرمی سے نڈھال ہوتے ہوئے کہا۔ عبدالغنی نے بی بی جی کو فوراً پانی دیا تو وہ بولی: "چل' اب تُو بھی ناشتہ کر لے!"

"بس! آتا ہوں بی بی جی! ذرا دو منٹ!" یہ کہہ کر وہ بیت الخلا کی طرف بھاگا۔ واپس آ کر جب روٹیوں کا ڈبا کھولا تو اپنے حصے کی آدھی روٹی دیکھ کر' اس کا دل للچایا اور منہ میں پانی بھر آیا۔ ابھی دوسرا لقمہ حلق تک صحیح طرح پہنچا بھی نہ تھا کہ آواز آئی: "ارے' بے شرم! کب تک کھاتا رہے گا۔ اب اُٹھ بھی جا۔" روشن آرا' اپنے بارہ سالہ کم سن ملازم کا کام کاج چھوڑ کر ٹھونستے رہنے کی عادت سے بے حد تنگ تھی۔ "تھوڑا بہت کھا کر کھڑا ہو جا! جب گھر صاف ہو جائے اور سب کام ختم ہو جائیں' تب کھا لیجیو پیٹ بھر کر۔" ان کے لہجے میں بے حد تلخی تھی' جو عبدالغنی کے ناشتے کو کڑوا بنا رہی تھی۔ اسے یاد آیا کہ کچھ دیر پہلے جب وہ نیچے سے انڈے لے کر آیا تھا' تب اسے بے حد پیاس لگ رہی تھی۔ اتنے میں گھنٹی کی آواز سنائی دی۔

"جا رے کام چور! جا کر دیکھ' دروازے پر کون ہے؟" روشن آرا نے کہا۔

عبدالغنی نے دروازہ کھولا اور سامنے ثریا باجی کو دیکھ کر اس کا چہرہ کِھل اُٹھا۔ امید کی ایک لہر جسم میں دوڑنے لگی۔ اسے یاد ہے آج سے ٹھیک دس ماہ پہلے جب وہ اس گھر میں نیا نیا آیا تھا اور اسی طرح ثریا باجی اچانک نازل ہو گئی تھیں تو وہی اس دنیا کی واحد خاتون تھیں' جنھیں عبدالغنی پر ترس آیا تھا۔

❁❁❁

"روشن خالہ! یہ تو سراسر ظلم ہے۔"

"ثریا بیٹا! بچوں کے منہ سے ایسی بڑی بڑی باتیں اچھی نہیں لگتیں۔" روشن آرا نے ثریا کو کچھ کہنے سے پہلے ہی روک دیا اور خوب ڈھیر ساری آنکھیں دکھائیں' پھر باجی ثریا نے اپنا رخ کمزور سے دُبلے پتلے عبدالغنی کی طرف موڑا۔

"کیا تم پڑھتے تھے۔۔۔؟" "جی' باجی! پانچویں پاس ہوں۔"

"ہاں' مگر ان لوگوں میں کہاں رواج ہوتا ہے پڑھنے لکھنے کا۔۔۔ اور خود ان بچوں کو کچھ خاص شوق بھی نہیں ہوتا پڑھائی وڑھائی کا۔ ان لوگوں کی شروع سے عادت ہوتی ہے کام کاج اور محنت مزدوری کی۔" روشن بی بی نے بھرپور دخل اندازی سے کام لیا۔

ان کے اِدھر اُدھر ہوتے ہی اور عبدالغنی نے موقع پاتے ہی باجی ثریا سے اپنے دل کی

عبدالغنی

ثانیہ ساجد

بات کہہ دی: ''باجی! خدا کے لیے آپ ان لوگوں سے بات کریں نا کہ مجھے واپس بھیج دیں، میں کام نہیں کرنا چاہتا۔ میرے والدین نے مجھے زبردستی یہاں کام کرنے کے لیے بھیج دیا ہے۔'' یہ سن کر ثریّا کا دل موم کی طرح پگھلنے لگا، وہ آناً فاناً دوڑتی ہوئی روشن بی بی سے عبدالغنی کی سفارش کرنے پہنچ گئی۔

''دیکھو ثریّا! میں اس بچے کو ماہانہ دس ہزار روپے مع رہائش، نان نفقہ اور کپڑا اٹھا دے رہی ہوں۔ کسی چیز کی کمی نہیں ہے یہاں۔ اس کے والدین کو تو اس کے کام کرنے پر کوئی اعتراض نہیں ہے، البتہ اگر تمہارا دل زیادہ ہی دکھ رہا ہے تو اس کی جگہ تم یہ نوکری سنبھال لو۔'' ہمدردی اور خیر خواہی کے بدلے میں اس ٹکے سے جواب نے اسے بے حد دل برداشتہ کیا۔

❁❁❁

آج عبدالغنی کو باجی ثریّا کے چہرے پر اپنے لیے رحم اور اُنسیت کی بجائے اجنبیت دکھائی دے رہی تھی۔ ''عبدالغنی! جلدی سے چولہے پر چائے کا پانی تو چڑھا دے۔'' وہ کچن کی طرف لپکا۔ ''عبدالغنی! نیچے سے جاکر مہمانوں کے لیے کچھ لے کر تو آ۔۔۔!'' وہ مڑا تو روشن بی بی تیار کھڑی تھی۔ ''یہ پکڑ پیسے اور یہ رہی سامان کی فہرست۔ آج دوپہر کا کھانا مہمان ہمارے ساتھ کھائیں گے۔''

جب وہ دروازے کے پاس پہنچا تو پیچھے سے روشن بی بی نے آواز لگائی: ''عبدالغنی! دس روپے کی برف بھی لیتے آئیو۔'' ''جی، بی بی جی!''

''بھولنا مت۔ جلدی آئیو نامراد۔۔۔!'' اسے سیڑھیوں تک روشن آرا کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ سامان لے کر جب وہ گھر پہنچا تو اسے پھر سے پیاس لگنے لگی۔ وہ واٹر ڈسپنسر کی طرف بڑھا۔ ''عبدالغنی! کیا کر رہا ہے تو؟''

''بی بی جی، وہ پانی۔۔۔''

''ہاں! ایسا کر، ذرا پانی کا پتیلا تو رکھ دے چولہے پر گرم کرنے کے لیے۔ مہمانوں کو گرم پانی سے نہانے کی عادت ہے۔ اب اس گرمی میں گیزر کون چلائے گا۔'' مہمانوں کے غسل خانے کی بالٹیوں تک گرم پانی پہنچا کر جب وہ سانس لینے لگا تو آواز آئی: ''عبدالغنی! یہ تو کیا سارا دن ہوا کھاتا رہتا ہے۔ پھوکٹ کے دس ہزار دیتی ہوں کیا میں۔'' روشن آرا، اس کو ایک منٹ کے لیے بھی فارغ نہیں دیکھ سکتی تھی۔

''یہ پکڑ کپڑا! اسے گیلا کر اور بالکونی کی پوری گرل صاف کر۔ ایک ایک کنارہ، ایک ایک کونا۔۔۔ کہیں بھی گرد نظر نہ آئے مجھے۔ ڈیڑھ گھنٹے تک بے چارہ عبدالغنی بالکونی کی گرل صاف کرتا رہا۔ برابر والے کمرے میں بیٹھے مہمانوں کی گپ شپ کی آواز اس کے کانوں تک پہنچ رہی تھی۔ روشن آرا کی بیٹی کے لیے رشتہ لے کر آنے والے تھے کچھ لوگ۔

''اللہ کرے یہ رشتہ پکا ہو جائے۔ کم سے کم ایک فرد تو کم ہو اس جبروت خاندان کا۔ شاید اس کے جانے سے میرا کچھ کام بھی کم ہو جائے۔'' معصوم عبدالغنی کے ذہن میں خیالی پلاؤ پکنے لگا۔ ابھی اس کے خیالی پلاؤ کا پتیلا دم پہ آیا بھی نہیں تھا کہ آواز آئی: ''عبدالغنی! کب سے برتن یہاں پڑے منہ چِڑا رہے ہیں۔ میں پوچھتی ہوں کون سی صدی میں دھوئے گا تو انھیں۔''

''آیا، بی بی جی!'' برتنوں کے بعد پھر وہی صفائی اور پھر وہی دوپہر کے کھانے کا دسترخوان بچھانا، پھر اٹھانا۔ مہمانوں کو تو گھر والوں کے لیے بھی کچھ خاص کھانا بچانے کی توفیق نہیں ہوئی تو پھر عبدالغنی کو کیا ملتا۔۔۔؟ اس نے بخوشی سیر ہو کر پانی پیا۔ پانی پی کر وہ بیٹھ گیا۔ بیٹھے بیٹھے پتا نہیں کب اس کی آنکھ لگ گئی۔

''عبدالغنی! بیکری سے جاکر بسکٹ اور کیک لے کر آ۔''

روشن بی بی کی چائے چولہے پر چڑھی سیٹیاں بجا رہی تھی۔ عبدالغنی نے سرپٹ دوڑ لگائی۔ وہ جانتا تھا کہ چائے میں دودھ کے ملتے ہی اگر بسکٹ اور کیک میز پر نہیں پہنچے تو اس کا انجام بہت ڈراؤنا ہوگا۔ سامان لے کر جب وہ گھر کی طرف بھاگتا ہوا، بلکہ پھلانگتا ہوا لوٹ رہا تھا تو نجانے کس رُخ سے چلنے والی ہَوا کے ساتھ ایک موٹر سائیکل نہ صرف اسے دھکا دے کر گراتی ہوئی، بلکہ بائیک اس کے پیر کے اوپر سے گزرتی ہوئی نکل گئی۔ وہ درد سے کراہنے لگا۔ اسے اپنی ماں یاد آنے لگی۔ نجانے اس کی ماں بھی کبھی اسے یاد کرتی ہوگی یا نہیں۔

آس پاس کے لوگوں نے روشن آرا کے گھر تک خبر پہنچادی تھی۔ ڈرائیور کو گاڑی سمیت بھیج دیا گیا۔ ہسپتال میں پٹی کروائی گئی۔ درد کم کرنے کی گولیاں دی گئیں اور جو مزہ سات دن تک آرام کرنے میں آیا، اس کا کوئی جواب نہیں تھا، عبدالغنی نے بچپن میں گاؤں کے بزرگوں سے جنّت کے بارے میں سن رکھا تھا، اسے لگا شاید جنّت ایسی ہوتی ہوگی۔ کھانا پینا اور سونا۔۔۔ کوئی فکر ہی نہیں۔ چھ دن کے آرام کے بعد تو وہ خود بھی بوریت محسوس کرنے لگا تھا۔ اللہ اللہ کر کے ساتویں دن وہ کچھ کچھ چلنے پھرنے لگا اور آٹھویں دن سے پھر وہی۔ ''عبدالغنی! آج بڑی باجی کو دیکھنے لڑکے والے آرہے ہیں۔ پورے گھر کے تمام شیشے چاندی کی طرح چمکا دیجیو۔''

گھر کی صفائی سے لڑکے والے واقعی متاثر ہوئے، جس کا سارا کریڈٹ انتہائی ڈھٹائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے روشن آرا نے اپنی بیٹی کے سر ڈال دیا۔ اللہ اللہ کر کے رشتہ پکا ہوا اور پھر شادی کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔

''چلو، شکر ہے۔ بڑی باجی سے تو جان چھوٹے گی۔ چند برتن کم دھونے پڑیں گے، چند کپڑے کم استری کرنے پڑیں گے۔'' عبدالغنی اپنی سوچوں میں گم تھا۔ ''شادی کے دنوں میں تو بی جی میرا خون نچوڑ دیں گی، کیوں نہ شادی سے پہلے تھوڑا آرام کر لیا جائے؟؟'' اس کے ذہن میں ایک ترکیب جگمگانے لگی۔

عبدالغنی کے پاؤں میں لگنے کے بعد سے، روشن آرا نے اسے بار بار سامان لینے کے لیے بھیجنے سے منع کر دیا تھا۔ اب وہ دن میں بس دو تین بار ہی نیچے اترا کرتا تھا۔

''عبدالغنی! ذرا نیچے سے جا کر یہ سودا تو لے کر آ۔۔۔!'' روشن آرا نے سامان کی لسٹ اس کے ہاتھوں میں تھماتے ہوئے کہا۔

آج وہ خوشی خوشی سب کام کر رہا تھا، کیوں کہ اس کا منصوبہ تیار تھا۔ اب وہ کچھ دن کے لیے چھٹیوں پر جانے کا ارادہ کر چکا تھا۔ مارکیٹ سے سودا سلف لے کر جب گھر کی طرف لوٹنے لگا تو اس نے اپنی رفتار بے حد دھیمی کر دی۔ وہ غور غور سے ہر گزرتی ہوئی موٹر سائیکل کو دیکھ رہا تھا، پھر ایک منٹ کے لیے وہ کچھ رک سا گیا اور سوچنے لگا: ''موٹر سائیکل سے لگنے کے بعد تو سات دن کا آرام ملتا ہے، کیوں نہ اس بار تھوڑا لمبا آرام کیا جائے، آخر آگے بڑی باجی کی شادی ہے، اس میں تو میری خیر نہیں ہے۔'' اچانک ایک تیز رفتار گاڑی دور سے فرّاٹے بھرتی ہوئی دکھائی دی۔ عبدالغنی نے آہستہ آہستہ سڑک پار کرنی شروع کی۔ آن کی آن میں وہ گاڑی عبدالغنی کے اوپر سے گزر گئی۔ وہ تھوڑا لمبا آرام کرنا چاہتا تھا۔ قسمت نے اسے آرام سے موت کی آغوش میں ڈال دیا۔ غریب کا بچہ تھا۔ موت پر کسی کو زیادہ افسوس بھی نہیں ہوا۔ اس کی ماں ضرور روئی ہوگی۔ باپ رویا تو تھا، مگر آنسوؤں سے زیادہ اس کے چہرے کی شکنیں ظاہر کر رہی تھیں کہ اگلے ماہ، اِن دس ہزار روپوں کے بغیر چولہا کیسے جلے گا۔

انتظار

قسط نمبر 3

امۃ اللہ

ڈیڈ نے بڑے جوشیلے انداز سے کہا: ”پوچھو! پوچھو! آج تو ہو ہی جائے!“

موم نے کہا: ”تو ٹھیک ہے! میرا پہلا سوال۔۔۔ جب آپ اپنے پہلے پہلے سفر سے لوٹے تھے تو اپنی بیوی کے لیے کیا لائے تھے؟“ ڈیڈ پہلے پر سوال میں سوچ میں پڑ گئے۔ میں نے کہا: ”ڈیڈ یہ پہلا سوال ہے۔ سوچیں ذرا!“

ڈیڈ! وہ ’اور یہ ’مطلب ‘میں ‘کرتے رہ گئے اور پورے دس منٹ گزرنے پر موم نے بڑے اطمینان سے کہا: ”مسٹر بزنس مین! آپ کا وقت ختم ہوتا ہے اب! آپ پہلے سوال میں ہار گئے۔ دوسرا سوال سب سے ہلکا اور آسان۔۔۔ آپ کی بیوی کو کون سا رنگ پسند ہے؟“

ڈیڈ اس کا بھی جواب نہ دے سکے۔ مہرون ’نیلا ‘پپ۔۔۔ پیلا کہتے رہ گئے۔ موم کہنے ہی لگی تھیں غلط جواب ‘مگر میں نے بات کو گول مول کر دیا۔ میں نے کہا: ”ڈیڈ! ذرا سوچیں۔۔۔! ذہن پر زور دیں۔۔۔! اب تو میری بھی عزت کا سوال ہے۔“ دراصل میں دل میں ڈر رہا تھا کہ کہیں موم مجھ ہی سے نہ پوچھ لیں ‘کیوں کہ آج تک میں نے بھی کبھی موم کی پسند جاننے کی کوشش نہ کی تھی اور انجم۔۔۔؟

پس! موم اسی طرح کے سوال کرتیں اور ڈیڈ باوجود جوش دکھانے کے لاجواب رہتے۔ اب تو ڈیڈ کسی ناگہانی کال کا انتظار کر رہے تھے ‘کیوں کہ ان کی آج آسانی سے جان چھوٹنے والی نہیں تھی۔ پھر موم سے سوالات کا سلسلہ شروع ہوا۔ غرض! سونے جاگنے ‘پسند ناپسند ‘یہاں تک کہ ڈیڈ اس وقت کیا سوچ رہے ہیں یہ تک موم نے بتا دیا اور الف سے ی تک ڈیڈ کی زندگی بغیر اٹکن کے سنا ڈالی۔ شاید ڈیڈ خود بھی اپنے بارے میں اتنا نہ جانتے ہوں ‘جتنا موم ڈیڈ کے بارے میں جانتی تھیں۔ ڈیڈ ششدر رہ گئے اور وہی ہوا جو موم نے کہا تھا۔ ڈیڈ نے اپنی ہار نہ مانی اور کہنے لگے: ”یہ! یہ تو کوئی بات نہ ہوئی بھئی!“

میں نے کہا: ”ڈیڈ! اب چھوڑیں بھی۔۔۔ آپ ہار مان لیں۔۔۔ کیا یار ڈیڈ! آپ نے تو اپنے بیٹے کی ناک ہی کٹا دی!“ پھر اچانک ڈیڈ کے موبائل کی رِنگ بجی اور ڈیڈ کال ریسیو کیے بغیر ہی گھبراہٹ میں کان سے موبائل لگائے ”ہیلو ‘ہیلو“ کرتے ہوئے دروازے کی طرف چل دیے۔

موم نے کہا: ”دیکھو اپنے ڈیڈ کو! اب وہ دروازہ بھی بھول جائیں گے۔ جاؤ! ان کو ان کے جوتے دے کر آؤ ‘وہ جوتے بھی پہننا بھول گئے!“ میں حیران تھا کہ موم نے تو ڈیڈ کی طرف دیکھے بغیر ہی یہ باتیں کیں ‘حالاں کہ واقعتاً ڈیڈ کے پیروں میں نہ جوتے تھے اور نہ ہی ڈیڈ کو دروازہ یاد رہا ‘پھر موم ڈیڈ کی طرف دیکھتی رہیں ‘شاید اس انتظار میں کہ ڈیڈ پلٹ کر دیکھیں گے اور پھر خاموش ہو گئیں۔

جس طرح میں نے تجھے یاد کیا ہے اب تک
اس طرح یاد کوئی قصّہ زبانی بھی نہ ہو

میں ڈیڈ کو جوتے دے کر واپس پلٹا تو موم کی بے رنگ زندگی اور ڈیڈ کی دی ہوئی بے رخیوں کے لیے میرے پاس کوئی تسلّی بخش جملہ نہ تھا۔ میں موم کی ڈیڈ کے لیے بے انتہا محبت دیکھ کر حیران تھا۔ موم مجھ سے افسردگی میں بولیں۔

”پتّر! تمہارے بابا نے مجھے دنیا کا سارا سامان اور زندگی کی تمام آسائشیں دیں۔ مجھے کوئی شکوہ نہیں تمہارے بابا سے ‘سوائے اس بات کے کہ سب کچھ دے کر بھی وہ مجھے اپنا ساتھ نہ دے سکے۔ میں موم کے چہرے پر تنہائی کا اضطراب دیکھ کر بے اختیار بول پڑا: ”موم! زندگی کیسے گزاری پھر آپ نے؟“ اور یہ آدھی بات لبوں پر ہی رہ گئی۔۔۔ ڈیڈ کے ساتھ

موم آنکھوں سے مسکرا رہی تھیں ‘مگر دل میں رو رہی تھیں ‘لیکن کہا کچھ نہیں۔ نہ جانے دل میں کیا سوچ رہی تھیں

زندگی ایسے گزاری یہاں ہم نے جیسے
رات لمبی ہو مگر ‘کوئی کہانی بھی نہ ہو

موم کی خشک آنکھیں ‘ان کی زندگی کی ترجمان تھیں۔ موم کی چاہتوں کا گلستاں ڈیڈ کے انتظار میں مُرجھا جو گیا تھا ‘مگر میں انجم کی چاہتوں کو مرجھانے نہ دوں گا۔ للٰذا میں وہاں سے یہ سوچ کر اٹھا کہ آج انجم سے دل کی ساری باتیں کروں گا ‘کیوں کہ موم کو دیکھ کر مجھے احساس ہوا کہ اب تک میں نے انجم کے ساتھ بڑی ناانصافی اور حق تلفی کی ہے ‘مگر تھوڑا دور جاتے ہی میں نے سوچا کہ انجم سے دل کی کون سی باتیں کروں گا۔۔۔؟ میرے دل و دماغ میں تو بزنس بھرا ہوا ہے ‘پھر اچانک مجھے خیال آیا کہ چلو! انجم ہی اپنے دل کی باتیں کر لے گی۔ یقیناً میں نے اس کو سمجھنے کی کوشش نہ کی اور اس کے خوابوں کو بہت انتظار کروایا ‘اس کی برسوں سے منتظر باتیں نہ جانے کس قدر ہوں گی؟ شاید آج اس زیادہ بولنے والی لڑکی کی باتوں کا انتظار ختم ہو جائے۔ (جاری ہے)

ZJ
Zaiby Jewellers
SADDAR
Jewellery
IS FOREVER,
COMPLIMENTING
ELEGANCE
021-35215455, 35677786
Zaibunnisa Street, Saddar, Karachi
zaiby.jeweller@gmail.com

ہجرت

قسط نمبر 12

بنتِ گوہر

"تمہاری زندگی کی سب سے بڑی خواہش کیا ہے؟"

آج سِدرہ آئی تھی۔ کچھ باتوں کے بعد اس نے سوال کیا تھا۔

❁❁❁

"بس! جو اللہ کی مرضی! اب اپنی ذمّے داریوں کو احسن طریقے سے ادا کرنا اور اپنے گھر والوں کو دین کی طرف لانا ہی میری خواہش ہے۔" سارہ نے بتایا۔

"اور تمہاری؟" اب جواب دہ سدرہ تھی۔

"یہی کہ میں نیوٹریشنِسٹ بنوں اور اپنے علم کو کام میں لاؤں۔"

سدرہ نے جس کی پڑھائی کے دو ماہ ہی رہ گئے تھے جواب دیا

اللہ پاک تمہیں کامیاب کرے۔"

"سارہ! اب تم عالمہ کورس نہیں کرو گی کیا؟" سدرہ نے پوچھا۔

جب سارہ نے کافی دیر بعد جواب نہ دیا تو سدرہ نے دوبارہ پوچھا:

"بولو نا...!!" گویا جواب دینے پر ہی جان چھٹتی۔

"یار! میں تو علم سکھانے والوں میں سے بننا چاہتی تھی، لیکن مجھے کیا پتا تھا کہ میری قسمت میں عالمہ بننا ہی نہیں ہے۔" یہ کہتے ہوئے سارہ کی آنکھوں میں آنسو آگئے تھے۔

"سارہ! سارہ! کہاں ہو یار...!!" بلال کی آواز آئی۔ آج وہ جلدی آگیا تھا۔

"السلام علیکم!" سارہ نے ڈرائنگ روم سے نکل کر اسے سلام کیا۔ سدرہ بھی پیچھے پیچھے تھی۔

"اوہ! مہمان آئے ہیں۔" یہ کہہ کر وہ جانے کے لیے مڑا۔

"السلام علیکم! بلال بھائی...کیسے ہیں آپ؟" سدرہ موڈ میں تھی۔ سارہ نے اسے آنکھیں دکھائیں۔

"وعلیکم السلام!" خوش گوار سا جواب دیا گیا۔

"بلال بھائی! میں آپ کی سالی ہوں، سدرہ...!! سارہ نے بتایا نہیں کیا آپ کو میرا!!" سدرہ نے شوخی سے کہا۔

"اچھا! مجھے لگا میری صرف دو ہی سالیاں ہیں۔ یہ تیسری کہاں سے آگئی...؟؟" بلال نے حیرانی ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

"سارہ! تم نے بتایا کیوں نہیں میرا؟؟" سدرہ نے سارہ کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھا۔

"ارے...!" سارہ کچھ کہنے لگی۔

"ویسے بھائی! آپ کی قسمت پر بڑا افسوس ہے۔ نکمّی اور پھوہڑ لڑکی آپ کے حصے میں آئی ہے۔" سدرہ نے سارہ کی بات کاٹتے ہوئے فُل موڈ میں کہا۔

"ہاہاہا...واقعی!" بلال بھی فل انجوائے کرنے لگا۔

"ویسے...اس نے اپنے ارادے پورے کیے؟"

"کون سے ارادے؟" بلال، سارہ کو دیکھ کر بولا۔

"ارے!! آپ کو نہیں پتا...؟؟" سدرہ بولنے لگی۔ "دیکھیں! پھر سارہ سے مجھے بچانا آپ کا کام ہے، اس کے فُل پلان تھے کہ..." سارہ نے سدرہ کی شرارت سمجھتے ہوئے اس کا منہ بند کیا۔

"ارے بھئی! بولنے دو نا اسے۔" بلال بھی سدرہ کی سائیڈ لینے لگا۔

"اس کے فُل پلان تھے کہ میاں کو انگلی پر نچاؤں گی... کھانا بھی باہر سے منگواؤں گی اور گھر کا کام بھی انہی سے کرواؤں گی...!!"

"بس کرو بد تمیز!!" سارہ نے مصنوعی غصہ کرتے ہوئے کہا۔

سدرہ، سارہ کی اسکول میں کہی ہوئی باتیں دُہرا رہی تھی۔

"چلیں...اب میں چلتی ہوں۔ باقی آپ اِس سے خود ہی حساب کتاب کر لیجیے گا۔" سدرہ نے سارہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "اب میں خود ہی جاؤں کیا... چھوڑنے نہیں چلو گی دروازے تک؟" سدرہ نے آنکھیں دکھائیں۔

"نہیں! تمہاری سزا ہے۔ تم خود ہی چلی جاؤ۔" سارہ نے بدلہ لیا۔

"اُف اللہ...! پتا ہے کتنا بڑا گناہ ہے مہمانوں کے ساتھ بد سلوکی کرنا۔" سدرہ نے کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے کہا۔

"چلو ڈرامے باز...آرہی ہوں۔" سارہ نے سینڈل پہنتے ہوئے کہا۔

سارہ، سدرہ کو چھوڑ کر اندر آئی تو بلال کو کسی سوچ میں غرق پایا۔

"چلیں آجائیں۔ کھانا کھا لیتے ہیں۔" سارہ نے کہا۔

آج امی ابو کہیں گئے ہوئے تھے۔ سو صرف وہ دونوں ہی تھے۔

"عام کپلز ہوتے تو رومانٹک سا ڈنر کرتے اور میری بورنگ بیوی کو میں اگر باہر جانے کا کہوں گا تو لیکچر دے گی۔" بلال نے آہ بھرتے ہوئے کہا۔

"یار...!! ایک بات تو بتاؤ۔ تم عالمہ بننا چاہتی تھیں نا؟" تھوڑے سے توقف کے بعد بلال نے آخر سوال کر ہی ڈالا۔

"ہم م م...آپ کو کس نے کہا؟" سارہ حیران ہوئے بنا نہ رہ سکی۔

"میں نے تمہاری اور سدرہ کی باتیں سنی تھیں۔" بلال نے وضاحت کر دی۔

"جی! چاہتی تو تھی اور ہاں! یاد آیا...آپ سدرہ کی باتوں کو سیریس مت لیجیے گا، اسے مذاق کرنے کی عادت ہے۔" سارہ نے اپنی صفائی پیش کی۔

"ہاں! ہاں! مجھے پتا ہے۔ میری بیوی بہت فرماں بردار ہے اور کاموں کی شوقین بھی ہے۔" بلال شرارت سے بولا۔

آپ بھی نا...!!" سارہ نے ایک ادا سے کہا۔

(جاری ہے)

بول کہانی

پالی کا چیتو

ڈاکٹر الماس روحی

گلاب پور میں ہرے بھرے اور گھنے گھنے درختوں کے ہر طرف جُھنڈ تھے۔ان درختوں میں بہت سے پرندے اپنے اپنے گھونسلوں میں رہتے تھے۔ بارشوں کے موسم میں گلاب پور اور بھی خوب صورت لگتا تھا۔جون کے مہینے میں ہوا میں سنسناہٹ ہوتی تھی،لیکن جولائی کا مہینہ آتے ہی بادل گرجتے اور بجلی کڑکتی تھی۔ یہاں ہر طرح کے پھول تھے،اس لیے اس شہر میں بھینی بھینی خوش بو آتی تھی۔ لوگ اس گاؤں کو گلاب پور کہتے تھے۔ سونو کو ویسے تو گرمیاں بری لگتی تھیں،اسے پیاس بہت لگتی تھی،مگر پھر بھی سونو کو گرمیوں کا انتظار رہتا تھا،کیوں کہ اس موسم میں دو ماہ طویل اسکول سے چھٹیاں جو ملتی تھیں،اس لیے اچھی لگتی تھی،پھر وہ اپنے امی ابو کے ہم راہ اپنے دادا جان کے پاس گلاب پور بھی جاتا تھا۔ جہاں پر گلابی،اورنج اور سرخ گلابوں پر رنگ۔ برنگی تتلیاں منڈلاتے دیکھتا تھا،ان کے پیچھے پیچھے دوڑتا،انھیں پکڑ کر پھر انھیں ہاتھ اوپر کر کے چھوڑ دیتا تھا۔تتلیاں اڑتے اڑتے اسے شکریہ کہتی تھی۔

سونو کو چھک چھک کرتی ریل میں بھی بڑا مزہ آتا تھا۔گلاب پور کے ریلوے اسٹیشن پر بڑی رونق تھی۔ سفید گھوڑوں سے بندھی تانگا گاڑی اسے اچھی لگتی تھیں۔ گھوڑا جب تیز دوڑتا تو ہوا سے باتیں کرتا۔ دادا جان کے بڑے سے گھر میں درخت لگے تھے۔ شہتوت،آم،ناریل،امرود،کھجور،بادام اور نیم درختوں کے نیچے وہ دادا جان سے چارپائی پر بیٹھ کر بہت سی کہانیاں سنتا تھا،وہ میٹھے میٹھے آم چوستے ہوئے دادا جان کی ہر بات پر غور کرتا تھا۔ یہاں کوّے بہت سارے تھے۔ دادا جان نے بتایا،انھیں ''گھریلو کوّا'' یا ''لمبو کوّا'' بھی کہا جاتا ہے۔ ہر وقت کائیں کائیں کرتے دائیں بائیں اُڑتے زمین پر اُچکتے سونو نے کوّوں کو دیکھا۔

''یہ کوّے پوری دنیا میں دیکھے جاتے ہیں۔'' دادا جان نے بتایا۔

سامنے پیپل کا درخت تھا،جہاں بہت سارے کوّے بیٹھے اِدھر اُدھر دیکھ رہے تھے،لیکن ایک کوّا بہت چھوٹا سا تھا۔ اس کا سر،چونچ،پَر،دُم اور ٹانگیں سیاہ رنگ کی تھیں،جبکہ گردن،سینہ ہلکے سرمئی رنگ کا تھا،جو کبھی اوپر اور کبھی نیچے حیرت سے دیکھ رہا تھا۔

دادا جان نے اشارہ کرتے ہوئے کہا: ''وہ،دیکھو! چھوٹے سے کوّے کے دائیں بائیں اس کے ماں باپ بیٹھے ہیں،جو کائیں کائیں کر کے اسے اڑنے کی صلاح دے رہے ہیں۔ تھوڑی دیر میں کوّے نے پَر پھیلائے،وہ اُڑتا ہوا دوسرے درخت کی شاخ پر آبیٹھا۔ اس نے زمین پر جب روٹی کا ٹکڑا پڑا دیکھا تو جھٹ اُڑتا ہوا نیچے اُتر آیا۔

''شاید کوّے کو بھوک لگی تھی۔'' سونو نے سوچا۔

اچانک ایک سفید بلّی خاموشی سے اس کی طرف بڑھنے لگی۔ اِدھر کوّوں نے کائیں کائیں کر کے آسمان سر پر اٹھا لیا۔ ہر درخت پر کوّے آبیٹھے اور ہر طرف سے کائیں کائیں کا شور تھا۔

''دیکھو،بیٹا! کوّوں میں کتنا اتفاق ہے،جب کسی ایک کوّے پہ مشکل آن پڑتی ہے تو دوسرے کوّے ایک دوسرے کو کائیں کر کے بُلا لیتے ہیں،جو حفاظت کے لیے اس کوّے کے آس پاس چکر لگاتے ہیں۔'' دادا جان نے کہا۔ بقیہ ص نمبر 29 پر

بہت.بڑے باغ میں طرح طرح کے پھول تھے۔ ہر پھول ایک سے.بڑھ کر ایک خوب صورت تھا' ان رنگ.برنگے پھولوں کی خوش گوار مہک سے ارد گرد کی ساری فضا ہر وقت مہکتی رہتی تھی' لیکن اس باغ کا ماحول عجیب سوگ وار رہتا تھا' کیوں کہ یہاں موجود تمام پھول ہر وقت ایک دوسرے سے لڑتے رہتے تھے۔ موتیے کا پھول کہتا: ''شاید ہی کوئی ہو' جو مجھے پسند نہ کرتا ہو۔ میری نازک کلیاں اور بھینی بھینی خوشبو سب کو بھاتی ہے۔''اس پر رات کی رانی تنک کر کہتی: ''ارے! اب رہنے بھی دو... خوش بو تو تقریباً سبھی پھولوں میں ہوتی ہے' مگر میری جیسی خصوصاً رات میں مہکنے والی خصوصیت کسی پھول میں نہیں۔''

ایسے میں سورج مکھی طنزیہ ہنسی ہنستے ہوئے کہتا: ''ارے...! محض رنگ اور خوش بو کا ہونا بھی کوئی قابلِ فخر بات ہے۔ مجھے دیکھو...! مجھ سے حاصل ہونے والا تیل' لوگ اپنی صحت.برقرار رکھنے کے لیے خصوصی استعمال کرتے ہیں اور تو اور میرے بیج بھی بے حد کارآمد ہوتے ہیں۔''

یہ باتیں سن کر گلاب ایک زوردار قہقہہ لگاتا اور کہتا: ''تم لوگ تو محض ایک ایک خوبی پر ایسے اُچھل رہے ہو' جیسے بہت.بڑا کارنامہ انجام دیا ہو۔ مجھے دیکھو...! میں ہوں وہ واحد پھول' جو دنیا میں سب سے زیادہ پسند کیا جاتا ہے اور میں ہی وہ واحد پھول ہوں جو خوشی اور غم دونوں موقعوں پر استعمال کیا جاتا ہوں اور میں ہی وہ پھول ہوں' جس کی سب سے زیادہ اقسام پائی جاتی ہیں۔ میری پتیاں' میرا عرق سب بے حد مفید ہیں۔ کہاں تک سنو گے...؟ کہاں تک سناؤں...؟ ایسے ہی تو نہیں مجھے پھولوں کا بادشاہ کہا جاتا ہے' بے وقوفو!''گلاب کا یوں گردن اکڑا کر مذاق اڑانا کسی سے.برداشت نہ ہوتا اور پھر سب آپس میں لڑ پڑتے تھے۔

یہ لڑائیاں روز کا معمول تھیں۔ ایک دن یوں ہوا کہ ایک بے حد خوب صورت رنگ.برنگے پروں والی تتلی اُڑ کر اس باغ میں آگئی' وہ تتلی روز صبح میٹھی اور سُریلے گیت گاتی اور مختلف پھولوں پر بیٹھتی۔ سب ہی پھول تتلی کی آمد سے بہت خوش تھے۔ تتلی بھی اس قدر خوب صورت اور مہکتے پھولوں کو دیکھ کر شروع شروع میں تو بہت خوش ہوئی' مگر پھر جب اس نے یہ محسوس کیا کہ ان تمام پھولوں کی ایک دوسرے سے نہیں بنتی' بلکہ ہر پھول ایک دوسرے سے لڑتا ہے' ایک دوسرے کی.برائی کرتا ہے اور اپنے آپ کو.برتر سمجھتے ہوئے' دوسروں سے بات تک کرنا پسند نہیں کرتا تو یہ جان کر تتلی بہت اداس رہنے لگی۔ اس نے گیت گانا بھی بند کر دیا۔ اب وہ سارا دن جھاڑ پر.بیٹھ کر روتی رہتی۔ تتلی کی یہ حالت دیکھ کر سب ہی پھول تشویش میں مبتلا ہوگئے اور خود بھی اداس رہنے لگے' کیوں کہ ان کی آپس کی تلخیوں سے تو باغ کا ماحول بدمزہ ہو گیا۔ اب اس شوخ' چنچل تتلی سے ماحول ذرا خوش گوار ہونے لگا تھا' مگر یہ خوشی بھی چند دنوں کی مہمان معلوم ہونے لگی تھی۔

ایسے میں گلاب جو پھولوں کا بادشاہ تھا' آخر اس نے ہی تتلی سے اس کی اداسی اور خاموشی کی وجہ دریافت کی تو تتلی نے سسکیاں لیتے ہوئے کہا: ''میں پہلے جس باغ میں رہتی تھی' وہاں بہت سارے پھل اور سبزیوں کے پودے تھے' مگر وہ آپس میں مل کر نہ رہتے تھے اور ہر وقت آپس میں لڑتے رہتے تھے' اسی وجہ سے ایک دن زوردار جنگ ہوئی اور سب آپس میں لڑ مر کر ختم ہوگئے۔ پورا باغ تباہ و.برباد ہو گیا' اس لیے میں اُڑ کر یہاں آگئی' مگر یہاں آکر پتا چلا کہ یہاں بھی تم سب

نے اپنی جڑیں خود کاٹ رکھی ہیں۔ سو! مجھے یہ سوچ کر رونا آتا ہے کہ تم سب بھی ایسے ہی تباہ و برباد ہو جاؤ گے...! اس باغ کی خوب صورتی جو تم لوگوں کے دم سے ہے' وہ ختم ہو جائے گی۔'' یہ کہہ کر تتلی بے تحاشا رونے لگی۔ گلاب اور اس کے پیچھے موجود تمام پھول شرمندگی سے ایک دوسرے سے نظریں چرانے لگے۔ تب تتلی نے بمشکل آنسوؤں پر قابو پا کر کہا: ''میرے پیارے دوستو! کیا تم لوگ نہیں جانتے کہ بڑائی صرف اللہ کو زیب دیتی ہے اور اللہ غرور اور تکبر کرنے والوں کو تباہ و برباد کر دیتا ہے اور یاد رکھنا! اصل خوب صورتی صرف حسنِ اخلاق کی ہے۔ مجھے دیکھو! میری خوب صورتی کئی رنگوں کے ملاپ سے ہے' میں تنہا کچھ بھی نہیں۔'' یہ سن کر تمام پھول ہم آواز ہو کر بولے: ''واقعی! ہم سے بہت بڑی بھول ہو گئی...! اللہ کا شکر ہے کہ اس نے تم کو ہمارے لیے خضر بنا کر بھیجا اور ہمیں بھٹکنے اور تباہ ہونے سے بچا لیا۔ پیاری تتلی! ہم سب بہت شرمندہ ہیں اور ہم وعدہ کرتے ہیں کہ اب سے ہم آپس میں پیار و محبت سے رہیں گے۔ تم بھی ہمیں چھوڑ کر نہ جانا' کیوں کہ تمہارے گیت ہمیں بہت بھاتے ہیں۔''

''ٹھیک ہے! میں یہیں رہوں گی اور روز گیت بھی سناؤں گی' مگر آج تم لوگ مجھے گیت سناؤ' کیوں کہ میری آواز رو رو کر بیٹھ گئی ہے۔'' تتلی نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا تو تمام پھول مسکرا اٹھے اور تتلی کو گود میں لے کر گانے لگے۔

تتلی آئی' تتلی آئی کیسی اچھی رنگ برنگی
نیلی نیلی' پیلی پیلی کالی' بھوری اور سنہری
اُڑتی' بڑھتی' بیچ میں رکتی ڈالی ڈالی خوب پُھدکتی
بتّے بتّے پر اِٹھلاتی کیاری کیاری چکر لگاتی
میٹھے میٹھے گیت سناتی اِس کا' اُس کا جی بِہلاتی
نازک پھولوں کا رس پیتی بھینی بھینی خوش بو لیتی
آئی تتلی' باغ میں آئی رب نے اپنی شان دکھائی

بقیہ
پالی کا چیتو

سونو نے دیکھا کہ بلّی نے جب اتنے سارے کوّوں کو جمع ہوتے دیکھا تو وہ وہاں سے بھاگ گئی۔

دادا جان بھی مسکرا دیے اور کہنے لگے: ''دیکھا! کوّے اپنے بچوں کی حفاظت کس طرح کرتے ہیں' اس لیے یہ چالاک پرندہ مانا جاتا ہے۔''

جب بھی سونو' دادا جان کے ساتھ بسکٹ' چپس یا ڈبل روٹی یا روٹی کھاتا تو نہ جانے کوئی نہ کوئی کوّا کہیں سے ضرور آجاتا اور کوئی بھی چیز موقع پا کر لے اُڑتا تھا۔ سونو نے دیکھا کہ کوّے کچّا اور پکا ہوا گوشت' پنیر شوق سے کھاتے ہیں۔ اس گاؤں میں کوّے ہر گھر سے ہی تھال میں رکھا گُندھا ہوا آٹا یا چنگیری پر سے روٹی اٹھا کر اُڑ جاتے تھے۔ پلاؤ اور پکے چاول بھی لوگ شوق سے کھاتے ہیں۔ مائی خیرا تن کا بیٹا وغیرہ... جیسے ہی پلاؤ پلیٹ میں ڈال کر باہر آیا۔ کوّوں نے ٹھونگیں مار کر اس کے ہاتھ سے پلیٹ گرا دی اور خوب دعوت اڑائی۔ سونو نے کوّوں کو چھوٹے موٹے کیڑے مکوڑے اور پھلوں کے بیج وغیرہ بھی کھاتے دیکھا۔ کھیتوں میں کوّے' سونو کو ہر طرف دکھائی دیتے تھے۔

دادا جان کی مرغی ''پالی'' نے ابھی چار بچے دیے تھے۔ چاروں روئی کے گالوں کی طرح نرم ملائم تھے' ان چاروں بچوں میں پالی کا بیٹا ''چیتو'' بہت شرارتی تھا' وہ اپنے بچوں کو خاص خیال رکھتی تھی۔ پالی جیسے ہی کوئی کوّا دیکھتی تو کُکڑوں کوں کُکڑوں کوں کا شور کر کے اپنے بچوں کو کوّوں سے ڈراتی تھی۔ بچے سہمے سہمے اپنی ماں پالی کے ساتھ چلتے تھے۔ اس روز سونو کی امی نے کھیر پکائی تھی۔ سونو کھیر کا پیالہ لیے باہر آیا اور چارپائی پر بیٹھ کر کھانے لگا۔ سونو نے دیکھا کہ مرغی پالی' اپنے ڈربے سے جیسے ہی نکلی اس نے چیتو' میٹھو' سیٹو' پپو کو آواز دی' مگر چوزے چوں چوں کرتے آگے بڑھ رہے تھے۔ مرغی کو بڑا غصہ آیا' وہ تو اپنے پروں میں چھپا کر بچوں کو ٹہلاتی تھی۔ اچانک! کوّوں کی کائیں کائیں کا شور بڑھنے لگا۔ پالی سمجھ گئی کہ یہاں سیانے کوّے جمع ہو رہے ہیں اور یہ آج میرے چوزوں سے دعوت اڑائیں گے۔ مرغی نے تیزی سے اپنے پَر پھیلائے اور اپنے بچوں کی طرف بڑھی۔ میٹھو' سیٹو' پپو تو اس کے پَروں میں چھپ گئے' مگر چیتو کہاں تھا؟ مرغی پالی پریشان ہو گئی' اس نے غصے میں چیتو کو آواز دی' مگر چیتو کو اکیلے چلتے ہوئے بڑا مزہ آرہا تھا' اس نے چوں چوں کر کے اپنی ماں سے کہا۔

''غصہ کیوں کرتی ہو اماں! چچا کوّا سے بھلا کیا خطرہ ہو سکتا ہے۔ آخر ان کے بھی تو بچے ہوتے ہیں' یہ بھی تو ان سے پیار کرتے ہیں۔''

اتنے میں ایک کوّا اُڑتا ہوا آیا اور چیتو کو منہ میں دبا لے اُڑا۔ مرغی نے کُکڑوں کوں کا شور کیا اور تیزی سے دوڑی۔ دوسرے بچے ماں کو پریشان دیکھ کر ڈر سے گئے۔ اُدھر کوّے کی چونچ چیتو کو چُبھ رہی تھی۔

''بچاؤ! بچاؤ اماں مجھے! یہ مجھے کھا لے گا۔''

مرغی پالی کُکڑوں کوں کا شور کرتے ہوئے کوّے کے پیچھے دوڑ رہی تھی۔

''چھوڑو! چھوڑو! میرے بچے کو۔''

سونو نے یہ منظر دیکھا اور تیزی سے دوڑ کر ایک پتھر اٹھایا اور کھینچ کر کوّے کو مارا' جو سیدھا جا کر نشانے پر لگا۔ کوّے کی ''ہائے'' نکلی اور ساتھ ہی اس کی چونچ کھلنے سے چیتو زمین پر آ گرا' پھر دوڑتے ہوئے اپنی ماں پالی کی طرف بھاگا۔

''دیکھا بیٹا! اللہ نے بچا لیا۔ اگر سونو تم نہ ہوتے تو پالی آج اپنا بچہ چیتو کھو دیتی۔'' دادا جان نے سونو کو شاباشی دی۔

مرغی پالی نے سونو کو تشکّر آمیز نظروں سے دیکھا۔ کُکڑوں کوں کی' جیسے شکریہ کہہ رہی ہو اور پھر پَر پھیلائے اپنے بچوں کو ڈربے میں لے گئی۔

جُھنڈ...درختوں کا ہجوم
رونق...چہل پہل
تشکّر... شکریہ
چارپائی...پلنگ
بھینی بھینی... مہکتی ہوئی
جَھٹ... فوراً
تھال...بڑی پلیٹ
چنگیری...روٹی رکھنے کا برتن

FINESSE
SELF ADJUSTING
AMERICAN
NO. 1
BRAND
SAY GOODBYE TO BAD HAIR DAYS
& HELLO TO FINESSE
Shampoos & Conditioners
FINESSE
SELF ADJUSTING
ENHANCING
SHAMPOO
FINESSE
SELF ADJUSTING
ENHANCING
CONDITIONER
FINESSE
SELF ADJUSTING
MOISTURIZING
SHAMPOO
FINESSE
SELF ADJUSTING
MOISTURIZING
CONDITIONER
FINESSE
Self Adjusting
COLOR
REVITALIZING
SHAMPOO
MADE IN USA

بدگمانی

سلمان یوسف

"مجھے تو وہ خرگوش مشکوک لگتے ہیں۔" ڈولی چڑیا ایک درخت سے اُڑ کر دوسرے درخت پر بیٹھتے ہوئے بولی۔ "ہاں! اُن کی سرگرمیاں کچھ اچھی نہیں۔" میمو زرافہ ڈولی چڑیا کی بات پر اتفاق کرتے ہوئے بولا۔

"ان کا بندوبست کرنا چاہیے۔" یہ نمی لومڑی تھی۔

جنگل کے جانور ایک جگہ اکٹھے ہو کر جنگل میں آنے والے تین خرگوشوں مون، پومی اور منگ کے متعلق باتیں کر رہے تھے۔ تینوں خرگوش بھائی تھے اور قریبی جنگل سے آئے تھے۔

"تینوں خرگوشوں کو جنگل سے مار بھگاتے ہیں۔" چیما گینڈا بولا۔ "تینوں خرگوش ابھی پوری طرح سے مجرم ثابت نہیں ہوئے، جب تک ان کے متعلق اچھی طرح چھان بین نہیں ہو جاتی، کوئی قدم اٹھایا نہیں جا سکتا۔" بادشاہ شیر نے کہا۔

"مگر بادشاہ سلامت!" نمی لومڑی ابھی اتنا کہہ پائی تھی کہ شیر دھاڑا۔

"اب اور کچھ مت کہو!" یہ سن کر نمی لومڑی کچھ شرمندہ سی ہو کر ایک جانب دیکھنے لگی۔ جنگل کے باقی جانور بھی بے عزتی کے ڈر سے خاموش ہو گئے۔

◆◆◆

چیما گینڈا ایک ہفتے سے بیمار پڑا تھا۔ جنگل کا کوئی جانور بھی اس کی عیادت کو نہیں آیا تھا۔ اس کے پاس کھانے کے لیے بھی کچھ نہیں تھا، وہ کافی دنوں سے بیمار پڑا تھا۔ جب مون خرگوش کو اس بات کی خبر ہوئی تو وہ کھانے کی کچھ چیزیں لے کر اُس کے گھر پہنچ گیا، اس کے گھر میں بہت اندھیرا تھا اور وقت بھی رات کا تھا۔

مون خرگوش کھانا رکھنے لگا تو اس سے شور پیدا ہوا تو چیما اٹھ بیٹھا، اسے لگا کہ اس کے گھر میں کوئی چور گھس آیا ہے، اس نے شور مچا دیا۔

"جنگل کے جانورو! میرے گھر میں چور گھس آیا ہے، جلدی میرے گھر میں آؤ اور چور کو پکڑو۔" آناً فاناً بہت سے جانور آ گئے اور مون کو پکڑ لیا۔ مون صفائیاں دینے کی کوشش کرتا رہا، مگر جانوروں نے اس کی بات نہیں سنی۔

"اسے شیر بادشاہ کے سامنے پیش کرنا چاہیے۔" چمو ہاتھی بولا۔

"ہاں! یہ صحیح ہے۔ اِسے پکڑ کر شیر کے پاس لے چلتے ہیں۔" نمی لومڑی نے مون کے کان مروڑے۔

◆◆◆

نمی لومڑی کا دروازہ کھٹکا۔ نمی نے دروازہ کھولا تو سامنے منگ خرگوش کچھ لیے کھڑا تھا۔ مگر اندھیرے کے باعث نمی کو کچھ نظر نہ آیا کہ وہ کیا لیے کھڑا ہے۔

"کون ہے؟" نمی ذرا اس کے قریب ہوئی۔

"میں ہوں منگ خرگوش!" منگ نے بتایا۔

"اچھا! رات کے اس پہر مجھے نقصان پہنچانے آئے ہو یا کچھ اور کرنے آئے ہو۔" نمی لومڑی نے اسے پکڑ لیا۔ منگ کے ہاتھوں میں موجود چیز نیچے گر گئی۔

"بی لومڑی! آپ تو ہر جانور کے متعلق غلط فہمی پال لیتی ہیں۔ میں آپ کو نقصان پہنچانے تو نہیں آیا تھا۔" منگ نے آزاد ہونے کی کوشش کی۔

"زیادہ بولو مت! میں تمہیں شیر کے پاس لے چلتی ہوں، وہی تم سے سچ اُگلوائیں گے۔" نمی اسے شیر کے پاس لے جانے لگی۔

◆◆◆

"میرے گھر کے آس پاس کیوں منڈلا رہے ہو؟" میمو زرافے نے پومی خرگوش کو ترچھی نگاہوں سے دیکھا۔ "میں تو کوڑا صاف کر رہا ہوں، اِدھر اُدھر بہت کوڑا پھیلا ہوا ہے۔ جانور صفائی کی طرف دھیان ہی نہیں دیتے۔" پومی نے بتایا۔

"کوڑا صاف کر رہے ہو یا آوارہ گردی کر رہے ہو۔ کوڑا صاف ہی کرنا تھا تو اُجالے میں کرتے، رات کے اندھیرے میں کیوں کوڑا صاف کر رہے ہو؟" میمو نے کسی انسپکٹر کی طرح کہا۔

"اصل میں دن میں مجھے بہت کام ہوتے ہیں۔ سر کھجانے کی بھی فرصت نہیں ملتی، اس لیے رات کو کوڑا صاف کر رہا ہوں۔" پومی بولا۔ "مجھے کچھ نہیں سننا! چلو شیر کے پاس۔" میمو زرافے نے کہا اور اُسے گھسیٹتے ہوئے شیر کے پاس لے جانے لگا۔

◆◆◆

منگ، مون اور پومی کے گرد تمام جانور حصار بنائے کھڑے تھے کہ کہیں وہ بھاگ نہ جائیں۔ شیر ادھ موئی آنکھوں سے اپنے غار سے باہر نکلا۔ (بقیہ ص 39 پر)

بیس نمبر کا سوال

ڈاکٹر صفیہ سلطانہ صدیقی

شہلا امتحان کے کمرے میں داخل ہوئی تو اس کے پسینے چھوٹ رہے تھے۔ آج سندھی کا پرچہ تھا اور اس کی تیاری بالکل نہ تھی، اس کی سہیلی عزیزہ اور اس کی پڑوسن مومنہ بھی اسی کی طرح آٹھویں جماعت کی طالبہ تھیں۔ پرچہ شروع ہونے میں پندرہ منٹ باقی تھے اور انھیں جب اپنی اپنی سیٹ سنبھالنی چاہیے تھی، اس وقت وہ ممکنہ خالی جگہوں کو پُر کرنے والے اہم سوال پڑھ رہی تھیں، کمرے کے پچھلے حصے میں تینوں ایک ساتھ کھڑے کھڑے تیزی سے سب کچھ دہرا رہی تھیں کہ ٹیچر نے انھیں گھور کر دیکھا۔

"پورا سال کم تھا جو اب آپ لوگ دس منٹ میں پوری کتاب رٹنا چاہتے ہیں!" ٹیچر نے امتحانی پرچے ٹیبل پر رکھے اور سبھی بچوں نے للچائی ہوئی نگاہوں سے امتحانی سوالنامے کے پرچے دیکھے، جیسے اگر ان کو سوالوں کا پتا چل جائے تو وہ ان دس منٹ میں (جو کہ اب فقط سات منٹ رہ گئے تھے) گھول گھول کر پی لیں گے اور سب کچھ دماغ میں بھر بھی جائے گا!

تینوں لڑکیاں بڑبڑاتی ہوئی اپنی اپنی کرسیوں کی طرف جانے لگیں۔ "کاش! کوئی طریقہ ہوتا کہ کمپیوٹر تمام مواد ہمارے دماغ میں جوں کا توں محفوظ کر دیتا۔" مومنہ نے کہا۔

"بلکہ کمپیوٹر کو ہی ساتھ رکھنے کی اجازت ہونا چاہیے تھی اور اس میں ہماری پوری کتاب فیڈ کر دی جاتی ہاہاہا!" عزیزہ نے مَرے مَرے قدم اٹھاتے ہوئے ہلکا سا قہقہہ لگایا جب کہ اس کا ہنسنے کا نہیں رونے کو دل چاہ رہا تھا۔ شہلا بالکل خاموش تھی اسے تو بس یہ یاد آرہا تھا کہ جتنی بار امی کہتی تھیں "بیٹی! تھوڑا سا پڑھ لو... وہ ٹی وی میں لگ جاتی، کبھی کھیل میں اور کبھی پڑھائی سے بچنے کے لیے امی سے باورچی خانے کا کام کرنے کی فرمائش کر دیا کرتی جو کہ عام دنوں میں اسے بالکل زہر لگتا تھا! مگر اب وقت نہیں بچا تھا، وہ بے حد اداس ہو کر اپنی جگہ پہ آبیٹھی۔ "یہ کتابیں ٹیبل پہ رکھ دیں یا ان میں سے دیکھ دیکھ کر پرچہ دیں گی آپ"

ٹیچر کی سخت بلکہ کڑک دار آواز گونجی تو اس کو یاد آیا کہ وہ اپنی اور عزیزہ کی کتاب اور مومنہ کی کاپی بھی گھبراہٹ میں اٹھا لائی تھی اور اب ساتھ لے کر پیپر دینے بیٹھ گئی تھی۔ سب بچیاں ہنسنے لگیں! شہلا شرمندہ ہو کر اپنی جگہ سے اٹھی اور کتابیں کاپی، ٹیچر کے پاس جمع کروا کر دوبارہ اپنی کرسی پہ آبیٹھی۔

سوالنامہ جب اس کے ہاتھ میں آیا تو "خالی جگہ پُر کیجیے" کے دس جملوں میں سے اُس کو ہر جواب یاد تھا! کیوں کہ اتفاق سے یہی سوال آخر میں اُن تینوں لڑکیوں نے پڑھا تھا۔ باقی آٹھ میں سے جو چار سوال وہ کر سکتی تھی وہ اسے بمشکل آدھے یا پاؤ یاد تھے! وہ بڑی افسردہ ہو رہی تھی کہ چار لنگڑے لُولے جواب لکھ کر وہ پاس ہو بھی پائے گی...؟ تاہم اس کو یہ اطمینان ضرور تھا کہ اس کے بیس نمبر پکے ہیں کیوں کہ اسے خالی جگہ پُر کرنے والے دس کے دس جملے اچھی طرح یاد تھے۔

اُس نے پہلا سوال، پہلے کرنے کی بجائے مشکل سوالات کے ٹوٹے پھوٹے حصے لکھنے شروع کیے۔ ذہن پہ زور ڈال کر وہ لکھتی گئی، دنیا و مافیہا سے بے خبر وہ اپنے کام میں ایسی مگن ہوئی کہ نہ اسے گھنٹی کی آواز آئی نہ ٹیچر کی۔ ٹیچر یوں بھی ہر منٹ بعد کسی نہ کسی بچی

کو نقل یا بدتمیزی کرتے یا بات چیت کرتے ہوئے پکڑ کر دھمکیاں دے رہی تھیں' اس لیے ٹیچر کی آواز پہ تو اس کا دھیان بالکل ہی نہ گیا اور نہ ہی اپنی کلائی پہ بندھی ہوئی امی کی گھڑی پر...جو امی نے امتحان کے لیے خاص طور پر اس کو دی تھی' تاکہ وہ وقت کو تقسیم کر کے ہر سوال کا جواب لکھ سکے۔ مگر یہ وقت نجانے کیسے دھواں بن کر اُڑ گیا تھا یا یہ وقت گدھے کے سر کا سینگ ہو گیا تھا یا پھر یہ وقت کوئی دھوکا دے کر بھاگ جانے والا دوست نما دشمن بن گیا تھا! وقت... وقت کہاں گیا؟ ''وقت کہاں چلا گیا مم... میں نے تو تین سوال کیے ہیں!!''

اُس نے گھنٹی کی تیز آواز پہ گھبرا کر سر اٹھایا!

''سب بچیاں پین رکھ دیں اب! وقت ختم ہو گیا ہے!'' ٹیچر نے گرجتی ہوئی آواز میں کہا اور پہلی قطار میں بیٹھی لڑکیوں سے پیپر لینا شروع کر دیے۔

''پہلا... ہاں... پہلا سوال مجھے آتا ہے۔ پپ... پورا ہی مجھے... آتا ہے!!'' شملا کا حلق سوکھنے لگا اور قلم پسینہ زدہ ہاتھوں میں پھسلنے لگا۔ اس نے امتحانی کاپی پہ سوال نمبر 1 لکھا اور جملوں کے نمبر ڈال کر جواب لکھنے لگی تیسرے جملے پہ ٹیچر نے موت کے فرشتے کی طرح پیپر کھینچ لیا! وہ خوشامد کرنے لگی کہ اسے زیادہ نہیں صرف پانچ منٹ مزید دے دیے جائیں' مگر ٹیچر نے صاف منع کر دیا۔ ''بیٹے چوں کہ آپ کسی کی کاپیوں میں نہیں جھانکتی ہو اور نہ ہی بدتمیز ہو' اس لیے میں نے آپ کی کاپی دیر میں لی ہے پانچ منٹ تو آپ لے چکی ہو' مجھے اس کی بھی اجازت نہیں تھی۔'' ٹیچر نے شملا کے آنسو دیکھ کر نرم پڑتے ہوئے کہا۔

''مم... مگر... ٹیچر مجھے یہ پرچہ واپس کر دیں!!'' وہ رونے لگی۔

''کیوں؟ کیا آپ کو پھر سے امتحان میں بٹھا دوں؟ امتحان تو ایک مرتبہ' ایک ہی وقت میں ہوتا ہے۔ وقت ختم ہو جائے تو امتحان بھی ختم ہو جاتا ہے! یہ باتیں پہلے سوچنا چاہیے تھیں!!'' ٹیچر نے کہا۔

''مگر ٹیچر... مجھے یہ سوال آتا ہے!!'' وہ یقین دلانے لگی۔

وہ رونے لگی تو ٹیچر نے کہا: ''شملا! وقت ہمارے ساتھ نہیں چلتا ہمیں وقت کے ساتھ چلنا پڑتا ہے! اگر ہم اس وقت کو صحیح استعمال کر لیں تو نتیجہ اچھا آتا ہے اور اگر بُرا استعمال کریں تو فیل ہو جاتے ہیں! بچیاں باہر جانے لگیں تھیں' مگر شملا آنسو بھری آنکھیں لیے اسی جگہ بے حس و حرکت بیٹھی تھی! اس کو یاد آیا کہ صبح امی آپا کو قرآن پاک سے سورۂ مومن کی یہ آیات سمجھا رہی تھیں۔'' (یہ لوگ اپنے بُرے اعمال سے باز نہیں آئیں گے) یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کو موت آ جائے گی (اور دنیاوی امتحان کا وقت ختم ہو جائے گا) تو کہنا شروع کرے گا کہ اے میرے رب! مجھے اسی دنیا میں واپس بھیج دے' جسے میں چھوڑ آیا ہوں! امید ہے کہ اب میں نیک عمل کروں گا۔ ہرگز نہیں! یہ تو بس ایک (فضول) بات ہے جو وہ بک رہا ہے' اب ان سب (مرنے والوں) کے پیچھے ایک برزخ حائل ہے جو دوسری زندگی کے دن تک ہو گا۔ پھر جوں ہی صُور پھونک دیا گیا' اُن کے درمیان پھر کوئی رشتہ نہ رہے گا اور نہ وہ ایک دوسرے کو پوچھیں گے۔ اُس وقت جن کے پلڑے بھاری ہوں گے وہی کامیاب ہوں گے اور جن کے ترازو کے وزن ہلکے ہوں گے وہ لوگ ہوں گے جنھوں نے اپنے کو گھاٹے میں ڈال دیا۔ وہ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے' آگ ان کے چہروں کی کھال چاٹ جائے گی اور اُن کے جبڑے باہر نکل آئیں گے۔ کیا تم وہی لوگ نہیں ہو کہ میری آیات تمھیں سنائی جاتی تھیں تو تم ان آیات کو جھٹلاتے تھے۔ وہ کہیں گے اے ہمارے رب! ہماری بدبختی ہم پر چھا گئی تھی ہم واقعی گمراہ لوگ تھے' اے پروردگار! اب ہمیں یہاں سے نکال دے پھر ہم ایسا قصور کریں گے تو ظالم ہوں گے!'' اللہ جواب دے گا ''دُور ہو میرے سامنے سے!! پڑے رہو اسی میں! اور مجھ سے بات نہ کرو! تم وہی لوگ تو ہو کہ میرے کچھ بندے جب کہتے تھے کہ اے ہمارے پروردگار! ہم ایمان لائے' ہمیں معاف کر دے ہم پر رحم کر! تو سب رحیموں سے اچھا رحیم ہے' تو تم نے اُن کا مذاق بنا لیا۔ یہاں تک کہ اُن پر ہنستے رہے!''

شملا کے دماغ میں قرآن کی یہ آیات گھوم رہی تھیں' اس کے ذہن میں صبح کچھ سوال بھی آئے تھے' مگر امی نے یہ کہہ کر اسے پڑھنے بھیج دیا تھا کہ وہ شام کو یہ سب دوبارہ سمجھا دیں گی! مگر پیپر چھن جانے اور وقت ختم ہو جانے سے اسے اپنے سب سوالوں کا جواب مل گیا تھا!

''جب میں اللہ سے کہوں گی کہ مجھے امتحان کی جگہ اس دنیا کے اندر واپس بھیج دے تو اللہ بھی مجھے صاف منع کر دے گا کہ امتحان کا مقرر وقت ختم ہو گیا ہے' اُف خدایا... مجھے ہر ضروری سوال حل کرنے میں جلدی کرنا چاہیے۔ ذکر میں نماز میں والدین کی اطاعت میں اور ہر کسی کی بھلائی کرنے میں! مجھے سوچ سمجھ کر زندگی گذارنا چاہیے' اسے برباد نہیں کرنا چاہیے' ورنہ وقت پھر سے مجھے برباد کر دے گا' آج کے پرچے کی طرح!''

وہ خود بخود بول رہی تھی ٹیچر بھی جا چکی تھیں' وہ اکیلی بیٹھی رو رہی تھی کہ اسی وقت مومنہ اور عزیزہ اسے تلاش کرتی ہوئی آ گئیں۔ ''ارے تم یہاں کیا کر رہی ہو؟ ہم پورے اسکول میں تمھیں ڈھونڈ کر آ گئے!!'' دونوں ایک ساتھ بولیں۔

''میں... کھو گئی تھی!'' شملا نے سرخ آنکھوں سے ٹپکتے آنسو پونچھے۔

''کیا؟ بیٹھے بیٹھے کیسے کھو گئی ہو تم؟'' عزیزہ چیخی۔

''مم... میرا پرچہ خراب ہو گیا۔ اب آخرت والا پرچہ بھی خراب ہو جائے گا۔'' وہ ہچکیاں لے لے کر رو رہی تھی۔ مومنہ نے اس کو حیرت سے دیکھا۔

''ارے نہیں! خراب نہیں ہو گا وہ! ہم اس کو ضرور اچھا کریں گے۔ آج میں نے اپنی آپا سے امتحان کے بارے میں سب سیکھ لیا ہے' اب ہمارے دنیا اور آخرت کے سب پرچے اچھے ہوں گے۔'' مومنہ نے پیار سے اس کو اٹھایا اور تینوں اسکول سے باہر نکل آئیں۔

اغوا کا جال

قسط نمبر 3

شمائل کامران

"اور تم نے تو گویا اپنے ہونٹ سی ہی لیے ہیں۔" امجد نے بھی اسے گھورا۔

"خاموش! اب کوئی نہیں بولے گا۔ میں نے تم دونوں کو خاموش ہونے کو کہا تھا، لیکن تم دونوں پے در پے بولے جا رہے ہو!" چیف طارق نے جھنجھلا کر کہا۔ علی اور امجد نے اپنے ہونٹ مضبوطی سے بھینچ لیے، اس حالت میں وہ دونوں بہت عجیب سے لگ رہے تھے۔ چیف طارق کی انھیں دیکھتے ہی ہنسی چھوٹ گئی۔ "اب آپ خود ہنس رہے ہیں؟" امجد شکایت آمیز لہجے میں بولا۔ "بھئی! اب بس۔۔۔ ہم جنگل کی حدود میں داخل ہو چکے ہیں اور یہاں سے ہم پیدل روانہ ہوں گے۔" چیف طارق نے یہ کہہ کر جیپ ایک طرف کھڑی کی اور اس کا انجن بند کر دیا۔ اب انھوں نے پیدل سفر کرنا شروع کر دیا اور اس درخت تک پہنچ گئے، جس کے نیچے چیف طارق کو ایک آئینہ ملا تھا۔ "بھئی! غور طلب بات یہ ہے کہ یہ آئینہ یہاں کس طرح گرا؟" چیف طارق کچھ سوچتے ہوئے بولے۔

"تو اس سوال کے جواب میں آپ نے کیا خیال قائم کیا ہے؟" امجد جلدی سے بولا، کیوں کہ اسے ڈر تھا کہ کہیں وہ اس سے ہی اس سوال کا جواب نہ مانگ لیں۔ "نہیں! پہلے تم اپنی رائے کا اظہار کرو۔" وہ بولے۔

"جج، جی۔۔۔ مم، میں۔۔۔ کیا بتاؤں؟" وہ بوکھلا گیا، لیکن پھر فوراً ہی سنبھل کر بولا۔ "ہاں! میرا خیال یہ ہے کہ وہ دونوں کسی شکار کا تعاقب کر رہے ہوں گے اور بھاگتے بھاگتے فرید کی جیب سے یہ آئینہ گر گیا ہو گا۔" اب وہ داد طلب نظروں سے چیف طارق کی طرف دیکھنے لگا، لیکن انھوں نے برا سا منہ بنایا اور علی سے بولے:

"تمھاری کیا رائے ہے؟"

"میرا خیال ہے کہ وہ درخت پر سے اپنے شکار کو نشانہ بنا رہا ہو گا اور اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکنے کی وجہ سے گر گیا ہو گا اور ساتھ میں آئینہ بھی گرا بیٹھا ہو گا۔" علی نے کہا۔

"ہوں! میرا بھی خود یہی خیال ہے۔" چیف طارق نے ایک سانس بھری پھر کچھ لمحوں کے بعد کہا۔ "اور اس کے بعد کیا ہوا ہو گا؟"

"اس کے بعد کچھ نہ کچھ تو ضرور ہوا ہو گا۔ ایسا تو نہیں ہو سکتا کہ کچھ بھی نہ ہوا ہو۔" امجد کہتا چلا گیا۔ "اس جملے کی کوئی تک ہے؟" علی بھپر کر بولا۔

"بھئی، خاموش ہو جاؤ! میں کہتا ہوں کہ یہاں سے کوئی نہ کوئی سراغ مل سکتا ہے۔" ان کا لہجہ یقین سے بھرپور تھا اور وہ دونوں ان کی بات کا اثر لیے بغیر نہ رہ سکے اور انھوں نے اس درخت کے آس پاس کی جگہ کو ٹھوک بجا کر دیکھنا شروع کر دیا۔ جلد ہی علی کی پُرجوش آواز سنائی دی۔

"مجھے یہاں۔۔۔ مجھے ایک بٹن نظر آ گیا ہے۔"

"کہاں پر؟" چیف طارق نے خوش ہوتے ہوئے پوچھا۔

"اس درخت کے پاس۔" علی نے ایک درخت کی طرف اشارہ کیا، جو پرانے والے درخت کے بالکل قریب واقع تھا۔

"اچھا! اب اللہ کا نام لے کر اسے دبا دو۔" چیف طارق بولے۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم!" پڑھتے ہوئے علی نے بٹن دبا دیا۔ فوراً ہی پرانے والے درخت کے تنے میں ایک دروازہ ابھرا۔ وہ تینوں فوراً دروازے کی طرف لپکے، انھیں نیچے کی طرف ایک سیڑھی جاتی دکھائی دی، انھوں نے مڑ کر پُرجوش انداز میں چیف طارق کی طرف دیکھا۔

"اگر زیادہ ہی بے چین ہو۔" انھوں نے اجازت دینے والے انداز میں کہا۔ چیف صاحب کی اجازت کا ملنا تھا کہ ان دونوں نے سیڑھیوں کی طرف قدم بڑھانا شروع کر دیے۔ "لیکن بھئی! اس بات کا خیال رکھنا کہ احتیاط کا دامن چھوٹنے نہ پائے۔"

"آپ فکر نہ کریں! ہم احتیاط کے دامن کو ہرگز ہرگز نہیں چھوڑیں گے۔ ویسے بھی ہمارا اور احتیاط کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔" امجد شوخ لہجے میں بولا۔ "دھت تیرے کی! یہاں بھی چُپ نہیں رہ سکتے حضرت!" علی نے منہ بنا کر کہا۔ "بھئی! خدا کے لیے خاموش ہو جاؤ اور میرے پیچھے آؤ!" چیف طارق بولے اور سیڑھیوں سے اترنے لگے اور وہ دونوں بھی ان کی تقلید میں نیچے اترے۔ نیچے انھیں بہت تنگ سا برآمدہ نظر آیا۔۔۔

(جاری ہے)

کیوی

فوزیہ خلیل

"آج ہم لوگ پڑھائی نہیں کریں گے۔ آج ہم آپس میں باتیں کریں گے۔" مِس اسما کہہ رہی تھیں۔ "یہ تو بہت ہی اچھی بات ہے۔" طالبات خوش ہو گئیں۔

مِس اسما کی یہی عادت بچیوں کو بہت پسند تھی، وہ ان میں گھل مِل جاتی تھیں، باتیں کرتی تھیں، کبھی کسی ملک پر، کبھی کوئی جانور یا پرندہ زیرِ بحث آ جاتا، کبھی حالاتِ حاضرہ، کبھی موسم وغیرہ۔ "مِس! میں نے ایک کتاب میں پڑھا تھا کہ نیوزی لینڈ اور آسٹریلیا میں سانپ بالکل نہیں پائے جاتے۔ کیا یہ بہت عجیب بات نہیں؟" کلاس کی مانیٹر تسبیحہ نے کھڑے ہو کر کہا۔

"نہیں، اس میں عجیب بات کیا ہے؟ کیوں کہ اسی طرح بہت سارے جانور اور پرندے ایسے ہیں، جو صرف نیوزی لینڈ اور آسٹریلیا میں پائے جاتے ہیں اور دنیا کے کسی خطے میں نہیں ملتے۔ یہ وہاں کے موسم پر منحصر ہے۔" ودیعہ نے اُس کی بات کا جواب دیا۔ "ہاں! مثال کے طور پر "کیوی" یہ ہم کو صرف نیوزی لینڈ اور آسٹریلیا ہی میں ملتا ہے۔" مس اسما بولیں۔ "لیکن مس! اگر ہم کچھ کیوی کو آسٹریلیا سے لا کر کسی اور جگہ آباد کر دیں تو کیا اس طرح کرنے سے یہ پرندہ وہاں بھی پھیل جائے گا۔۔۔؟" سارہ نے کھڑے ہو کر پوچھا۔

"محکمۂ جنگلی حیات نے کیوی کی نسل کو پھیلانے کے لیے اس کے کچھ جوڑے شمالی امریکا اور سندر بن (بھارت) کے جنگلات میں چھوڑ دیے تھے۔ دنیا کے لیے یہ خطے کیوی کے لیے بالکل نئے تھے، اس لیے کچھ تو موسم کی وجہ سے مر گئے اور کچھ بیمار ہو گئے، اس کا مطلب ہے کہ یہ دنیا کے کسی خطے میں ایڈجسٹ نہیں ہو سکتے۔" مِس اسما نے جواب دیا۔

"مِس! میں نے ایک کتاب میں پڑھا تھا کہ بیسویں صدی کے شروع میں کیوی کو تیزی سے شکار کیا جانے لگا تھا، کیوں کہ اس کا گوشت بہت مزے دار ہوتا ہے، جس سے اس کی نسل ختم ہونے کا خطرہ ہو گیا، جس پر نیوزی لینڈ کی حکومت نے کیوی کے شکار پر سخت پابندی عائد کر دی۔ شکار کرنے والے کے لیے سخت سزا نافذ کر دی گئی۔ یہ پابندی ابھی بھی ہے، اس طرح کیوی کی نسل کو جو خطرہ لاحق تھا، وہ ختم ہو گیا۔" مسفرہ نے بتایا۔

"ہاں، بیٹی! تم بالکل ٹھیک کہہ رہی ہو۔ یہ ایک انوکھا پرندہ ہے۔ پُھرتیلا اور چالاک۔ یہ نیوزی لینڈ کا قومی پرندہ ہے۔ برِّاعظم آسٹریلیا میں اس کو امن کی علامت سمجھا جاتا ہے۔" مِس اسما بولیں۔

"مِس! جو پرندے اڑنے سے محروم ہوتے ہیں، جیسے مرغ، شتر مرغ وغیرہ، ان میں توازن برقرار رکھنے کے لیے دو عدد پَر نما بازو ہوتے ہیں، مگر میں نے تصویروں میں دیکھا ہے کہ کیوی میں یہ پَر نما بازو نہیں ہوتے۔" زینب نے کہا۔

"عافیہ کی خالہ نیوزی لینڈ میں رہتی ہیں۔ یہ پچھلے سال وہاں گئی تھی۔ عافیہ بیٹی! کیا تم نے کیوی کو دیکھا تھا؟"

"جی، مس! میں نے دیکھا تھا۔ یہ ٹھیک ہے کہ اس کے پَر نما بازو نہیں ہوتے، مگر اس کے جسم پر سیاہ یا بھورے چمک دار بال ہوتے ہیں، وہ بہت خوب صورت لگتے ہیں۔ یہ دیکھنے میں روئی کے گالے کی طرح دکھائی دیتا ہے۔ جسامت میں مرغی کے برابر ہوتا ہے، مگر اس کا انڈا مرغی کے انڈے سے بڑا ہوتا ہے۔ یہ اُڑان سے محروم ہے، اس کا شمار دوڑنے والے پرندوں میں ہوتا ہے۔ یہ سورج غروب ہونے کے بعد بہت خاموشی سے باہر نکلتا ہے۔ شکار تلاش کرتا ہے، ان ہی سے اپنا پیٹ بھرتا ہے۔ ٹڈا اس کی پسندیدہ غذا ہے۔" عافیہ نے کافی تفصیل سے بتایا۔

"کیا یہ دن میں سوتے اور رات میں جاگتے ہیں؟" خولہ نے حیرت سے کہا۔

"ہاں! یہ رات کے وقت جنگل میں دوڑتے پھرتے ہیں، جبکہ دن میں ایک ہی جگہ سو کر وقت گزارتے ہیں۔" "یہ کہاں رہتے ہیں؟" سُمیّہ نے سوال کیا۔ (بقیہ ص 37 پر)

دوسری دفعہ کا ذکر ہے کہ کسی جنگل میں ایک خرگوش رہتا تھا'اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ اس جنگل میں صرف ایک خرگوش رہتا تھا اور بھی بہت سارے خرگوش رہتے تھے'مگر ہم صرف ایک ہی خرگوش کی بات کر رہے ہیں 'جو جنگل میں رہتا تھا۔ جنگل میں رہنے کی وجہ سے اسے جنگلی خرگوش بھی کہا جاسکتا ہے۔خرگوش کو اپنی تیز رفتاری پر بڑا ناز تھا'جس طرح انسان کو اپنی'دولت اور مرتبے پر ناز ہوتا ہے۔خرگوش کے پڑوس میں دیگر کئی جانور رہتے تھے'مگر اس کے ساتھ والے گھر میں ایک کچھوا رہتا تھا۔

کچھوا فطرتاً نہایت سست رفتار جانور ہے'اس لیے خرگوش ہر وقت اپنے پڑوسی کچھوے کو اس کی سست رفتاری پر طعنہ دیتا تھا۔روز روز کے طعنوں سے تنگ آکر آخر کچھوے نے خرگوش سے کہا: ''آؤ! ہم دونوں ایک میل کی دوڑ کا مقابلہ کر لیں'تاکہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے۔''خرگوش'کچھوے کی اس بات پر بہت ہنسا اور کہا: ''یہ منہ اور مسور کی دال! تم میرا مقابلہ کرو گے۔؟ جاؤ! اپنا کام کرو۔ مقابلے کی دعوت دے کر میری توہین نہ کرو۔ پہلے اپنی سست رفتاری کا علاج کرواؤ'پھر آنا۔''خرگوش نے فخریہ لہجے میں کہا۔

لیکن کچھوے نے بڑے اطمینان سے دوبارہ اپنی بات دہرائی'بلکہ مُصر ہو گیا اور کہنے لگا: ''تم میرا مقابلہ کر کے دیکھو۔خود ہی پتا چل جائے گا۔''

مجبوراً خرگوش کو اس کا چیلنج قبول کرنا پڑا'کیوں کہ کچھوے کو نیچا دکھانے کا یہ سنہری موقع تھا اور دوڑنے کی جگہ بھی مقرر ہو گئی۔

◆◆◆

اگلے دن مقررہ جگہ اور وقت پر دونوں آگئے۔انھوں نے ایک میل دور جنگل کا ایک پرانا برگد کا درخت طے کر لیا کہ یہاں پہنچنے والا فاتح ہو گا۔ پھر کیا تھا۔۔۔دوڑ شروع ہوئی۔ خرگوش نے تیز چھلانگیں لگائیں اور کچھوے سے بہت دور نکل گیا۔ کچھوا آہستہ آہستہ چلتا رہا۔ تھوڑی دور جاکر کچھوا تھک گیا۔اس نے سوچا ''پرانی کہانی کی طرح جس میں خرگوش مقابلے کے دوران راستے میں آرام کی غرض سے سو جاتا ہے تو یہ خرگوش بھی سو گیا ہو گا۔ میں تو ویسے بھی اس سے پہلے ہی پہنچوں گا تو کیوں نہ میں بھی تھوڑی دیر کے لیے آرام کر لوں۔''

اب کیا تھا۔۔۔کچھوا سایہ دار درخت کے نیچے لیٹ گیا'اس نے سوچا: ''اب ایسی بھی کیا جلدی! خرگوش کی قسمت میں ہمیشہ ہار لکھی ہے'اب وہ بھی ہار جائے گا۔''اس وقت ٹھنڈی ہَوا چل رہی تھی کچھوا جلد ہی گہری نیند سو گیا اور ایسا سویا کہ

نجانے کتنے برس سوتا رہا۔۔۔!

◆◆◆

اس طویل عرصے میں جنگل کی حالت تبدیل ہو گئی تھی۔ جنگل اب بہت گھنا ہو چکا تھا۔ کچھوا نیند سے بیدار ہوا تو اس نے خوشی سے انگڑائی لی اور اپنے اِرد گرد دیکھا، پھر اسے یاد آیا کہ وہ دوڑ کے مقابلے میں سو گیا تھا، پھر اسے خرگوش کا خیال آیا کہ کہیں وہ پہنچ نہ گیا ہو، پھر دل میں سوچا: ''نہیں، نہیں، خرگوش تو گھوڑے بیچ کر سو رہا ہو گا۔ میں ابھی برگد کے پرانے درخت تک پہنچتا ہوں۔''

کچھوا اٹھا اور چل پڑا، اسے راستوں میں دشواری ہوئی، وہ بار بار راستہ بھول جاتا۔ کچھوا تمام راستے خرگوش کو دیکھتا رہا، مگر وہ اسے کہیں سوتا ہوا نظر نہیں آیا۔ کچھوا سخت حیران ہوا کہ خرگوش کہاں ہے؟ اچانک وہ خوشی سے چلّایا۔ سامنے برگد کا درخت موجود تھا اور وہاں خرگوش نہ تھا۔ کچھوا آخر خرگوش کو وہاں نہ پا کر بہت خوش ہوا۔

''آہا! میں جیت گیا۔ خرگوش نہیں پہنچا۔ میں جیت گیا!'' اس کا شور سن کر برگد کی اوٹ سے ایک نوجوان خرگوش پُھدکتا ہوا سامنے آگیا تو کچھوے کو حیرت کا جھٹکا لگا۔ ''یہ خرگوش کا بچہ مجھ سے پہلے کیسے پہنچ گیا؟؟'' وہ بڑبڑایا۔

پھر جب غور سے دیکھا تو یہ کوئی دوسرا خرگوش تھا۔ مقابلے والا خرگوش شاید ابھی تک نہیں پہنچا، پھر اس نے نوجوان خرگوش سے پوچھا: ''او میاں خرگوش! تم سے پہلے یا تمھاری موجودگی میں یہاں کوئی خرگوش آیا ہے؟''

خرگوش نے پہلے تو کچھوے کو دیکھا اور پھر بولا: ''میاں! کس خرگوش کی بات کرتے ہیں؟'' یہ سن کر کچھوے نے مختصراً اسے مقابلے کا بتایا کہ کیسے اس نے خرگوش سے دوڑ کا مقابلہ کیا، پھر وہ سو گیا اور اب جاگ کر یہاں پہنچا ہے۔ اس کی باتیں سن کر خرگوش پہلے تو حیران، پھر خوش ہوا اور چلایا:

''اوہ، کچھوے میاں! تو آپ آگئے۔ آج سے کئی سال پہلے آپ ہی نے میرے دادا ابو سے مقابلہ کیا تھا، وہ تو اس وقت یہاں پہنچ گئے تھے، مگر آپ کا انتظار کرتے کرتے اللہ کو پیارے ہو گئے، انھوں نے میرے ابا حضور سے کہا تھا کہ کچھوے میاں آئیں تو انھیں بتا دینا کہ میں نے مقابلہ جیت لیا ہے۔ آپ نجانے کہاں رہ گئے تھے۔ ابا حضور بھی آپ کا انتظار کرتے ہوئے اس جہان سے کوچ کر گئے، مگر جاتے جاتے مجھے آپ کے بارے میں بتا گئے کہ میں آپ کو دادا حضور کے بارے میں بتا دوں۔ آپ دیکھ لیں کہ میں بھی بچے سے جوان ہو گیا ہوں۔'' یہ سب بتا کر خرگوش نے اطمینان کی آہ بھری اور بولا: ''شکر ہے خدا کا کچھوے میاں کہ آپ آگئے اور میں نے دادا کا پیغام آپ تک پہنچا دیا۔ اگر اب بھی آپ نہ آتے تو میری بھی ساری زندگی اسی برگد کے درخت کے نیچے آپ کے انتظار میں گزر جاتی۔۔۔ خدا حافظ!'' یہ کہہ کر نوجوان خرگوش نے زور کی چھلانگ لگائی اور جنگل میں اپنی بقیہ زندگی گزارنے کے لیے نکل گیا۔

بقیہ

کیوی

''مِس! میں بتاتی ہوں۔'' عافیہ جلدی سے بولی۔ ''یہ درختوں کے تنے میں سوراخ کر کے رہتے ہیں، جیسے ہُدہُد کرتا ہے یا پھر مرغی کی طرح زمین کھود کر رہنا پسند کرتے ہیں۔''

''تنا کھود کر!! وہ کیسے۔۔۔؟'' فارعہ کے لہجے میں حیرت تھی۔ اس کا سوال سن کر مِس مسکرائیں، پھر بولیں: ''بیٹی! اس کی چونچ بے حد لمبی ہوتی ہے۔ حد تو یہ ہے کہ اس کی چونچ اس کے جسم کی کل لمبائی سے بھی کچھ زیادہ لمبی ہوتی ہے اور بہت ہی نوکیلی ہوتی ہے۔'' ''آپ لوگوں نے دیکھا ہو گا کہ عام طور پر پرندوں کے بچے خوب صورت نہیں ہوتے، جیسے کبوتر وغیرہ، مگر کیوی کے بچے ہو بہو اپنے ماں باپ کے ہم شکل ہوتے ہیں۔ دیکھنے میں پیارے لگتے ہیں۔ مادہ کیوی ہر موسم، برسات میں تین یا چار انڈے دیتی ہے، پھر وہ ان انڈوں کو سیتی ہے، اس دوران وہ اپنے گھر سے باہر نہیں نکلتی۔'' عافیہ نے بتایا۔ ''گھر سے باہر نہیں نکلتی؟ پھر وہ اپنی خوراک کا انتظام کیسے کرتی ہو گی؟ انڈے سینے میں تو کافی وقت لگ جاتا ہو گا؟'' رومیصا نے سوال کیا۔

''ہاں، بیٹی! ایک ماہ تو لگ جاتا ہے، اِس دوران نر کیوی، اپنی مادہ کے لیے گھر پر ہی غذا کا انتظام کرتا ہے اور یہ سب اللہ کی قدرت ہے، جہاں غور و فکر کرو، اس کی قدرت نظر آتی ہے کہ عقل حیران رہ جاتی ہے۔'' مِس اسما نے کہا۔

''یہ اپنے بچوں کو کیا کھلاتے ہیں؟'' مسفرہ نے سوال پوچھا۔ ''یہ اپنی لمبی چونچ سے درختوں میں چھپے تتلیوں کے لاروے پکڑ لیتا ہے۔ کیڑوں کے یہ لاروے اپنے بچوں کو کھلاتا ہے، کیوں کہ یہ نرم غذا ہوتی ہے۔'' مِس اسما ابھی بول ہی رہی تھیں کہ گھنٹی بجنے کی آواز آئی۔ پیریڈ ختم ہو چکا تھا۔

''افسوس! پیریڈ ختم ہو گیا۔ کتنی مزے دار گفتگو چل رہی تھی۔'' ہاجرہ بولی۔ ''چلیں! کوئی بات نہیں۔ آئندہ ماہ کے پہلے منگل کو ہم پھر اپنا ایک پیریڈ گفتگو کے لیے رکھیں گے۔'' ''جی، مِس! کیوں نہیں، ضرور! ضرور!'' ساری طالبات نے ایک ساتھ کہا۔

مِس اسما مسکراتی ہوئی جماعت سے باہر نکل آئیں، وہ سوچ رہی تھیں کہ انھوں نے باتوں ہی باتوں میں بچیوں کو کافی معلومات فراہم کر دیں۔

PERVAIZ UMAR ENTERPRISE

Highly Experienced Clearing & Forwarding Agents
Advisors and Attorneys in Customs Cases

We are a leading CLEARING, FORWARDING concern operating in Pakistan. We excel to the entire satisfaction of our long list of clientele who have always reposted their complete confidence on us. Imbued with this sense of achievement, we are proud of our countrywide clientele of repute. We are approved and enlisted Clearing and Forwarding Agents of all Commercial and National Banks in Pakistan.

We have vast experience of handling more than 65% imports of Heavy Plants, Machinery and Turn-Key Projects of "Textile, Sugar, Cement and Power Sectors" besides other industrial raw material and commercial consignments, which have enabled us to adopt and handle all sorts of imports and have become our permanent business associates.

Head Office, Karachi

1st Floor, Commerce Centre, Hasrat Mohani Road
TEL: 021-32630724 - 32633641 FAX: 021-32633646
EMAIL: pervaizumar@hotmail.com
headoffice@pervaizumarenterprise.com

Branch Office, Lahore

19-G, Gulberg II, Lahore.
Tel: 042-35764929 - 35764933
Fax: 042-35764934

مضبوط پاکستان مگر کیسے؟

میرے ملک میں قدرت نے نعمتوں کی کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ ہر لحاظ سے میرا ملک مالا مال ہے۔ اس میں زرخیز زمینیں ہیں، گلیشئرز ہیں، لہلہاتی وادیاں ہیں، بہتے دریا ہیں۔ اس کے نوجوان ذہین اور محنتی ہیں، اس کے باوجود میرا ملک ترقی سے دور کیوں۔۔۔؟ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ میری قوم کے لوگوں میں چند خرابیاں ہیں، جن کی اصلاح کے بغیر میرا ملک ترقی نہیں کر سکتا۔ اگر کوئی روڈ پر ٹھیلا لگاتا ہے تو اسے احساس تک نہیں ہوتا کہ یہ قوم کی مشترکہ راہ گزر ہے، اس سے آنے جانے والوں کو تکلیف ہوگی، اگر کسی دن دکان میں کچرا جمع ہو جائے تو بجائے یہ کہ وہ تھوڑی سی تکلیف برداشت کر کے کچرادان میں اس کو پھینک آئے، وہیں پھینک دیتا ہے اور اگر کہیں سرکاری پارک بنایا جاتا ہے تو پارک میں آنے والے اس کے گملے توڑ دیتے ہیں، گھاس اُکھیڑ دیتے ہیں، ڈسٹ بن خراب کر دیتے ہیں اور اگر کہیں ڈسٹ بن صحیح سالم بھی ہو تو کچرا باہر نظر آتا ہے۔ سرکاری کالجوں، اسکولوں، ہسپتالوں، تھانوں اور دیگر سرکاری دفتروں کے ذمہ داران سے بڑی تنخواہیں لینے کے باوجود مہینوں چھٹیوں پر ہوتے ہیں، اگر آتے بھی ہیں تو صرف حاضری لگوا کر چلے جاتے ہیں۔

میرے ملک کے بہت سے اطرف ایسے ہیں، جن کو بجلی اور گیس چھو کے بھی نہیں گزرتی اور کچھ جگہوں پر دن کے 01 بجے تک بلب روشن ہوتے ہیں۔ دیواروں پر اشتہارات کا اتوار بازار جیسا سماں ہوتا ہے۔ وہ کون سا شعبہ ہے کہ جس کے بارے میں اسلام نے ہمیں تعلیم نہ دی ہو؟ اسلام تو کہتا ہے کہ کامل مومن وہ ہے، جس کے ہاتھ اور زبان سے کسی مسلمان کو تکلیف نہ ہو۔ اسلام نے تو راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانا نیکی قرار دیا ہے۔ اس لیے تہیّہ کریں کہ کم از کم ہم ان غلطیوں کا ارتکاب نہیں کریں گے اور اپنے ملک کو مظبوط اور مستحکم بنا کر دَم لیں گے۔

مرسلہ: عبدالمنان، متعلّم جامعہ بیت السلام، کراچی

بقیہ

بدگمانی

"بھئی! رات کو کیا بات ہوگئی جو یہاں اتنا شور ہو رہا ہے۔" شیر نے اپنی آنکھیں مکمل کھولنے کی کوشش کی تھی۔ "بادشاہ سلامت! اِن بُرے خرگوشوں نے بُرا کیا ہے۔" نِمی لومڑی نے روہانسی انداز میں کہا۔ "کیا بُرا کیا ہے؟" شیر نے پوچھا۔

"بادشاہ سلامت! میں اپنے گھر میں بیماری میں مبتلا پڑا تھا کہ یہ مون خرگوش میرے گھر گھس آیا اور میرے گھر سے چوری کرنے کی کوشش بھی کی۔" چیما گینڈے نے نقاہت سے کہا۔ "مِنگ خرگوش میرے گھر آکر مجھے نقصان پہنچانا چاہ رہا تھا۔" نِمی لومڑی نے کہا۔

"پُومی میرے گھر کے اِردگِرد آوارہ گردی کرتے ہوئے پایا گیا ہے۔" میموزرافے نے بتایا۔ شیر نے غصیلی نگاہوں سے تینوں خرگوشوں کو دیکھا۔

"کیا ہمیں ہماری صفائی پیش کرنے کا ایک موقع مل سکتا ہے؟" مون التجائیہ انداز میں بولا۔ "ہاں بولو! اگر تمھیں اپنی صفائی میں کچھ کہنا ہو تو۔" شیر نے رعب دار آواز میں کہا۔

"چیما گینڈا کافی دنوں سے بیمار ہے، جنگل کے کسی جانور نے اس کی خبر تک نہ لی۔ جب مجھے اس بات کا علم ہوا تو میں اس کی عیادت کے لیے آیا اور ساتھ کچھ کھانے کی اشیا بھی لایا، مگر چیما مجھے چور سمجھ بیٹھا اور واویلا مچا دیا۔" مون نے سب بتایا۔

"نِمی لومڑی کی آج سالگرہ تھی۔ میں تو اسے اس کی سالگرہ پر گفٹ دینے آیا تھا، مگر نِمی کچھ اور ہی سمجھ بیٹھی۔ وہ تحفہ نِمی کے گھر کے سامنے گِر گیا تھا، آپ وہ تحفہ وہاں سے اُٹھوا سکتے ہیں۔" مِنگ بولا۔ کُنو بندر کو نِمی کے گھر کے پاس دوڑایا گیا، پھر واپس آکر اس نے بتایا: "جی بادشاہ سلامت! یہ تحفہ نِمی کے گھر کے سامنے پڑا ملا مجھے۔" یہ کہتے ہوئے اس نے تحفہ سامنے رکھا۔

"جنگل میں بہت گند پھیلا پڑا ہے، میں وہ صاف کر رہا تھا کہ میموزرافے نے کہا کہ تم تو آوارہ گردی کر رہے ہو یا کوئی اور کاروائی کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔" پومی نے بھی اپنے حق میں بول دیا۔ "بادشاہ سلامت! آپ خود فیصلہ کریں کہ ہم صحیح ہیں یا غلط؟" مون نے شیر سے پوچھا۔

اب تمام جانور شرمندہ تھے، وہ خواہ مخواہ ہی اُن سے بدگمان ہو بیٹھے تھے، مگر وہ تو بہت اچھے تھے۔ "بغیر کسی ثبوت کے کسی پر الزام نہیں لگانا چاہیے۔ یہ خرگوش تو آپ کی مدد کر رہے تھے، مگر آپ انھیں غلط سمجھ بیٹھے۔" شیر نے تمام جانوروں پر نظر دوڑاتے ہوئے کہا۔ تمام جانور پھر سے شرمندہ ہوگئے، اُن کے دلوں سے بدگمانی نکل گئی تھی۔ اب تینوں خرگوش جنگل میں چین سے رہنے لگے۔

بچوں کے فن پارے

لبیبہ ملک کے جی ٹو، چھ سال، اسلام آباد

عمر علی، حفظ، 9 سال، کراچی

محمد عبداللہ، کے جی ون، چھ سال، کراچی

خزیمہ قدیر، ہفتم، کراچی

محمد بن بلال، حفظ، 8 سال، بیت السلام کراچی

عائشہ محمود، 7سال، روضۃ السلام کراچی

ادریس سلیم، کے جی ون، 5سال، کراچی

پیارے بچو!

آپ کو معلوم ہے نا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے کتنی محبت کرتے ہیں؟
انسان سے اگر کوئی گناہ ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی معافی اور توبہ کا انتظار کرتے ہیں
اور شیطان انسان کو توبہ کرنے سے روکتا ہے۔
حضرت ابو قلابہؒ فرماتے ہیں کہ جب ابلیس پر لعنت ہوئی اور اس نے اللہ سے ڈھیل طلب کی
تو اس نے یہ بھی کہا: تیری عزت اور تیرے جلال کی قسم!
ابنِ آدم (انسان) کے جسم میں جب تک روح رہے گی' میں اس کے دِل سے نہ نکلوں گا۔
تو اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا: مجھے اپنی عزت اور اپنے جلال کی قسم!
جب تک ابنِ آدم 2 (انسان) میں روح رہے گی' میں بھی اس کی توبہ قبول کرتا رہوں گا۔
تو پیارے بچو! اگر ہم سے کوئی گناہ ہو جائے تو فوراً اللہ تعالیٰ سے سچے دِل سے معافی مانگ لیں
اور یوں کہہ دیں: اے اللہ! مجھ سے غلطی ہو گئی' اب کی بار معاف فرما دیں'
آئندہ کے لیے میں اس گناہ سے توبہ کرتا ہوں تو اللہ تعالیٰ ضرور معاف فرما دیں گے۔
کرتے ہیں نا پیارے بچے وعدہ!!!

ماہنامہ فہمِ دین جنوری کے سوالات

سوال نمبر 1: صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب ایک شخص کو گالیاں دینے پر کچھ کہا تو آپ ﷺ اس مجلس سے کیوں اُٹھ گئے؟

سوال نمبر 2: حضرت عبداللہ بن مسعود ایسے ہیں جیسے ایک چھوٹا سا مٹکا ہو' جو علم سے بھرا ہوا ہو' یہ جملہ کسی صحابی کا ہے؟

سوال نمبر 3: دوسری جنگِ عظیم میں لہسن سے فوجیوں نے کیسے فائدہ اُٹھایا؟

سوال نمبر 4: صہیب نے ایسا کیا کیا تھا کہ اُن کے والد واصف احمد نے اسے اپنی تمام جائیداد سے عاق کر دیا تھا؟

سوال نمبر 5: تتلی رانی نے اپنے آنسوؤں پر قابو پاتے ہوئے پھولوں کو کیا جواب دیا؟

انعامات جیتنے کی نئی ترتیب

پیارے بچو! ماہ نامہ فہمِ دین کی سابقہ ترتیب یہ تھی کہ ایک شمارہ آپ کے ہاتھ میں ہوتا تھا اور اس کے بعد والا شمارہ پریس میں ہوتا تھا' اس لیے ہم ایک شمارہ چھوڑ کے اس سے اگلے والے شمارے میں آپ کے سوالات کے جوابات بتا بھی دیتے تھے اور درست جواب دینے والوں کے نام بھی ذکر کر دیتے تھے' مگر پچھلے شمارے میں جیسا کہ آپ کے علم میں ہے' کچھ ناگزیر وجوہات کی وجہ سے رسالہ پریس میں کافی تاخیر کا شکار ہو گیا تھا' جس کے بعد ماہ نامہ فہمِ دین نے تین شمارے ایڈوانس تیار کر کے پریس کے حوالے کرنے کا فیصلہ کیا ہے' تاکہ دوبارہ اس قسم کی انہونی سے بچا جا سکے' جس کی وجہ سے آپ کے ارسال کردہ جوابات ایک شمارے کے بعد شائع کرنا ہمارے لیے ممکن نہیں رہا' چناں چہ آئندہ سے ترتیب یہ ہو گی کہ کسی بھی شمارے میں ذکر کردہ سوالات کے جوابات تین شمارے چھوڑ کے چوتھے شمارے میں شائع کیے جائیں گے' جیسے یہ جنوری کا شمارہ ہے تو اس کے درست جوابات مئی کے شمارے میں شائع کیے جائیں گے مگر یہ وضاحت بھی کرتا چلوں کہ جوابات ارسال کرنے کی آخری تاریخ اسی ماہ کی بیس تاریخ ہو گی' جیسے جنوری کے شمارے کے جوابات ارسال کرنے کی آخری تاریخ صرف بیس جنوری ہو گی۔ اس کے بعد ارسال کردہ جوابات مقابلے میں شامل نہیں سمجھیں جائیں گے' بلکہ پھر میگزین کے پریس چلے جانے کی وجہ سے ہم شامل کر بھی نہیں سکیں گے۔

یہ ہی اگر بہار ہے، آگ لگے بہار میں

شاعر: خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ

وقتِ عمل کب آئے گا ہم ہیں کس انتظار میں
اب بھی ہے کوئی کسر ذلت و افتقار میں

گو ہیں عدوّ بڑھے ہوئے زور میں اور شمار میں
فتح و شکست ہے مگر قبضۂ کردگار میں

گو ہیں ضعیف و ناتواں، گو ہیں نحیف و خستہ جاں
رکھتے ہیں ہم مگر نہاں شیر کا دِل کنار میں

جب کہ خدا پہ تھی نظر، کچھ نہ تھا دشمنوں کا ڈر
دس بھی ہوئے تو بے خطر، گھس گئے ہم ہزار میں

کفر ہے دیں یہ حکم راں، زیرِ زمیں ہے آسماں
ہو گیا منقلب جہاں گردشِ روزگار میں

رکھتے ہیں فوق ہم پہ سب، کرتے ہیں ظلم روز و شب
ایسے تھے ہم ذلیل کب، فرو تھے روزگار میں

ہم میں جو تھا یگانہ تھا، رُتبے کا کیا ٹھکانا تھا
عرش پہ آشیانہ تھا، اب تو پڑے ہیں غار میں

سایہ سے ڈگتے ہیں قدم، ڈر ہے نکل نہ جائے دم
آئینہ دیکھتے تھے ہم، خنجر آب دار میں

اب تو عجیب حال ہے، جو ہے گناہ حلال ہے
عیب بھی اب کمال ہے گردشِ روزگار میں

کیسا یہ انقلاب ہے، دیکھ کے دِل کباب ہے
کہتے ہیں اب ثواب ہے، سود میں اور قمار میں

دنیا گلے کا ہار ہے، دین نظر میں خار ہے
یہ ہی اگر بہار ہے، آگ لگے بہار میں

جو ہے وہ مادۂ پرست، بندۂ زر، ہوا پرست
رہ گئے کم خدا پرست، ایک ہے اب ہزار میں

روح جو رشکِ طُور تھی، پہلو میں گویا حور تھی
یا تو وہ غرقِ نُور تھی، یا ہے نہاں غبار میں

دَورِ عمل فسانہ ہے، ہم ہیں اب اور خانہ ہے
کَسل کا کیا ٹھکانا ہے، گھر میں ہیں یا مزار میں

ہوش میں آؤ بھائیو! ایسی نہ زندگی جیو!
بادۂ سَرمدی پیو! اب نہ رہو خمار میں

نئی روشنی

شاعر: خواجہ عزیزالحسن مجذوبؒ

نہ تسبیح اَب دیکھتے ہیں نہ مالا   پیالہ ہے اب ہاتھ میں یا نوالہ
جو خالق سے رشتہ تھا وہ توڑ ڈالا   نہیں اب کوئی نامِ حق جپنے والا

ترا اے "نئی روشنی" منہ ہو کالا
دلوں میں اندھیرا ہے باہر اجالا

بظاہر تو یہ باہم بڑی یاریاں ہیں   دلوں کو ٹٹولو تو بیزاریاں ہیں
جو اَب یاریاں ہیں وہ عیّاریاں ہیں   کہ درپردہ کیا کیا ستم گاریاں ہیں

ترا اے "نئی روشنی" منہ ہو کالا
دلوں میں اندھیرا ہے باہر اجالا

بھروسا نہیں اب جہاں میں کسی کا   کہ اب دور دورہ ہے بس پالسی کا
نہ غم بے بسی کا، نہ غم مفلسی کا   جو رونا ہمیں ہے تو رونا اسی کا

ترا اے "نئی روشنی" منہ ہو کالا
دلوں میں اندھیرا ہے باہر اجالا

دغا مکر و حرص و ہَوا دِل کے اندر   حسد، بغض، کبر و ریا دِل کے اندر
نہیں اِس زمانے میں کیا دِل کے اندر   نہیں ہے تو خوفِ خدا دِل کے اندر

ترا اے "نئی روشنی" منہ ہو کالا
دلوں میں اندھیرا ہے باہر اجالا

بظاہر تو ہر شے میں بے حد صفائی   مگر دِل میں ہے گندگی انتہائی
کبھی اس کے دھوکے میں آنا نہ بھائی   یہ ہے سب ریائی، یہ ہے سب ریائی

ترا اے "نئی روشنی" منہ ہو کالا
دلوں میں اندھیرا ہے باہر اجالا

غضب ہے یہ تہذیبِ نَو کی وبا بھی   ہر اِک مبتلا ہے بُرا بھی بھلا بھی
کوئی اس کے آخر اثر سے بچا بھی   کہ چھوٹا نہ مجذوب سا باخدا بھی

ترا اے "نئی روشنی" منہ ہو کالا
دلوں میں اندھیرا ہے باہر اجالا

گلدستہ

حمدِ باری تعالیٰ

ہے ممکن کُنؔ سے پیدا پھر کوئی تازہ جہاں کر دے
ترِی قدرت تُو جب چاہے زمیں کو آسماں کر دے
ہو مسجودِ ملائک پھر کوئی انگارۂ خاکی
تجھے زیباں ہے پھر تازہ حدیثِ قدسیاں کر دے
بنی نوعِ انساں میں ہوں بوبکرؓ و علی پیدا
تُو رشکِ قُدسیاں وصفِ ضمیرِ کُنؔ فکاں کر دے
خُدا یا شانِ خلاقی سے تیری یہ بھی ممکن ہے
فنا کے دشت سے پھر زندگی کو نغمہ خواں کر دے
نہ ہوگی خلق میں چوں اَور چراں کی کوئی گنجائش
تیری قُدرت سرابوں سے اگر دریا رواں کر دے
اشارہ ہو اگر سمومِ گرد کا جھونکا
فضائے دشت و صحرا کو بہارِ بے خزاں کر دے
کمی کس چیز کی یارب ہے تیرے کارخانے میں
بس اب اعجازؔ احمد کو بھی تُو معجزِ بیاں کر دے

پروفیسر اعجازؔ احمد خاں اعجاز

نعتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کمالِ زندگی سرکارؐ کی سیرت میں مضمر ہے
جمالِ بندگی سر کارؐ کی صورت میں مضمر ہے
نہ طاقت میں یہ مضمر ہے، نہ دولت میں یہ مضمر
فروغِ دینِ برحق قلب کی وسعت میں مضمر ہے
محبت بانٹنا شیوہ ہے سرکارِؐ دو عالم کا
اِعانت بے کسوں کی آپؐ کی عادت میں مضمر ہے
عطا ہے آپؐ کی اپنی یہ عزت دین و دنیا میں
ہماری مغفرت بھی آپؐ کی رحمت میں مضمر ہے
سخاوت ہو، مؤدّت ہو، محبت ہو کہ شفقت ہو
یہ سب خوبی رسولِؐ پاک کی فطرت میں مضمر ہے
نبیؐ کی ذات کیسی ہے؟ نبیؐ کی بات کیسی ہے؟
جواب اس کا کتابِ حق کی ہر آیت میں مضمر ہے
زیارت آپؐ کے روضے کی اب تک خواب ہے افسرؔ
خُدا ہی جانتا ہے کیا مرِی قسمت میں مضمر ہے

افسرؔ ماہ پوری

مجاہدے کی حقیقت کی ایک مثال

میرے والد ماجد حضرت مولانا محمد یٰسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ، جو قطبِ عالَم مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور جامع کمالات حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ انھوں نے خود اپنا واقعہ سنایا کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ دار العلوم دیوبند کے طالبِ علم بچوں سے کچھ دیر تک خوش طبعی کی باتیں کرتے رہے تو والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سوال کیا کہ حضرت! اکابر سے زائد کلام سے بچنے کے بارے میں بڑی سخت تاکیدیں منقول ہیں، ان کی اصلی حیثیت کیا ہے؟ حضرت مولانا نے والد صاحب کے ہاتھ میں سے ایک کتاب لے کر اس کے ایک ورق کا گوشہ موڑ دیا اور پھر کتاب والد صاحب کو دے دی کہ یہ مڑا ہوا ورق سیدھا کر دو۔ والد صاحب نے بار بار سیدھا کیا، مگر وہ پھر مڑ جاتا تھا۔ حضرت مولانا نے پھر وہ کتاب لے کر ورق کے اس گوشے کو اس کے مخالف سمت میں موڑ دیا اور پھر والد صاحب کو کتاب دی کہ اب سیدھا کرو۔ والد صاحب نے سیدھا کر دیا تو ورق اپنی جگہ سیدھا بیٹھ گیا۔

اس مثال کے بعد فرمایا کہ بس! ترکِ کلام، ترکِ بعام و ترکِ منام وغیرہ کے مجاہدات کی یہی مثال ہے کہ مقصود تو استقامت اور سیدھا ہونا ہے، مگر عادۃً نفس اس وقت تک سیدھا نہیں ہوتا، جب تک اس کو دوسرے رخ پر بالکل نہ موڑا جائے، وہ حلال کھانے اور جائز سونے اور حلال کلام پر تب ہی مستقیم ہوگا، جب کہ اس کو کچھ عرصہ کے لیے بالکل ترکِ بعام، ترکِ منام اور ترکِ کلام کا ایسا خوگر بنایا جائے کہ حقوقِ نفس اور ضرورت سے زائد ان چیزوں کا استعمال نہ کرے اور جب وہ خوگر ہو جائے تو جائز و حلال چیزوں کا ترک پسندیدہ نہیں رہتا، بلکہ سنت کے مطابق حلال چیزوں کا شکر کے ساتھ استعمال اور حرام سے اجتناب ہی اصل حالتِ مقصودہ محمودہ ہے۔

(دل کی دنیا، حضرت مولانا مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ، صفحہ: 37-38)

حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

علّامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ کی علمی شہرت طالب علمی کے زمانے سے ہی عام تھی اور آپؒ کی ذہانت کا دارالعلوم دیوبند میں چرچا تھا۔ اساتذہ کرام آپ سے بہت شفقت کا برتاؤ کرتے تھے۔ چناں چہ دارالعلوم سے 1907ء میں سندِ فراغت ملنے کے بعد اساتذہ کے حکم اور اپنی خداداد صلاحیتوں کی وجہ سے وہیں دارالعلوم دیوبندؔ میں ہی پڑھانا شروع کیا۔ اس دوران آپ نے یو۔پی کے مختلف اضلاع کا تبلیغی دورہ بھی کیا اور متحدہ ہندوستان میں دین کے پھیلاؤ کے لیے بڑا کام کیا اور اسی دورے میں آپ نے ترکی کے لیے بڑے فنڈز اکٹھے کیے۔ یہ 1912ء کا زمانہ تھا اور اس وقت بلقان کی جنگ جاری تھی۔ علّامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریکِ خلافت اور غیر تعاون تحریک میں حصہ لیا اور ان تحریکوں میں بڑے نمایاں رہے۔ علّامہ شبیر احمد عثمانیؒ کو اپنے استاذ شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ سے سیاست گویا ورثے میں ملی تھی۔ دارالعلوم دیوبند کا بنیادی مقصد تبلیغِ دین، اشاعتِ اسلام اور تعمیرِ ملّت رہا، اس لیے دارالعلوم دیوبند کے بیش تر فضلا جذبۂ حُرّیت و سیاست سے سرشار رہے، چناں چہ علّامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے بھی دینی و علمی خدمات کے ساتھ ساتھ، ملکی سیاست میں بھی اپنا بھرپور کردار ادا کیا۔ علّامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے 1911ء سے باقاعدہ طور پر سیاست میں حصہ لینا شروع کیا۔ آپؒ نے اپنی سیاسی زندگی کا آغاز جمعیت الانصار کے پلیٹ فارم سے کیا۔ آپؒ نے جمعیت الانصار مرادآباد کے اجلاس میں اپنا پُر مغز مقالہ ''الاسلام'' کے نام سے پڑھا، اُس مقالے کو سن کر بڑے بڑے علما متاثر ہوئے۔ حکیم الامّت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس موقع پر فرمایا: ''مولانا شبیر احمد عثمانی کے ہوتے ہوئے اب ہمیں کوئی فکر اور غم نہیں رہا۔'' جمعیت الانصار، شیخ الہند مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک تھی اور علّامہ عثمانی ان کے شاگردِ خاص تھے۔

کیا ہم پاکستانی ہیں؟

اتنی بات تو ایک بچہ بھی بتا سکتا ہے کہ ہم پاکستان میں رہ رہے ہیں، مگر صرف پاکستان میں رہنے سے بندہ پاکستانی نہیں ہو جاتا، اس لیے ہمیں اپنے آپ سے پوچھنا چاہیے کہ کیا ہم پاکستانی ہیں؟ ہمارے استعمال کی اشیا 25 فیصد کورین ہیں، 25 فیصد جاپانی ہیں اور 50 فیصد چائنہ کی برآمدات ہیں۔ ہمارا لباس مغربی طرز کا ہے، ہمارے بال انگریزی کٹ کیے ہوئے ہیں، ہم بول چال میں یورپ کی نقالی کرتے ہیں، ہم اپنا آئیڈیل بالی وُڈ ایکٹرز کو تسلیم کرتے ہیں، جبکہ ہم رہتے پاکستان میں ہیں۔

اب ہم ہیں کون؟ کیا ہم پاکستانی ہیں؟ اگر ہم اس سب کے باوجود بھی پاکستانی ہیں تو یاد رکھنا چاہیے کہ ہم جسمانی طور پر تو آزاد ہیں اور دنیا ہماری آزادی کو تسلیم کرتی ہے، مگر ہماری حالت دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ ہم اب تک ذہنی و فکری غلامی میں مبتلا ہیں۔ بڑے افسوس اور تعجب کی بات ہے کہ دنیا چاند پر پہنچ گئی اور ہم ابھی تک ذہنی و فکری غلامی میں جکڑے ہوئے ہیں۔ خدارا! اس غلامی کے طوق کو ہمیں اپنی گردن سے اتارنا چاہیے اور اپنے آپ کو پاکستانی بنانا چاہیے، تاکہ ہماری پہنچان واضح ہو سکے۔

(حسّان فاروق سکھروی، متعلم جامعہ بیت السلام)

علم کے ساتھ احتیاط بھی ہو

حضرت والد صاحبؒ فرمایا کرتے تھے: علّامہ ابن عابدین شامیؒ انتہائی وسیع المطالعہ ہونے کے باوجود اس قدر تقویٰ شعار اور محتاط بزرگ ہیں کہ عام طور سے اپنی ذمّہ داری پر کوئی مسئلہ بیان نہیں کرتے، بلکہ جہاں تک ممکن ہوتا ہے اپنے سے پہلے کی کتابوں میں سے کسی نہ کسی کے حوالے سے بیان فرماتے ہیں۔ اگر ان اقوال میں بظاہر تعارض ہو تو ان کو رفع کرنے کے لیے بھی حتی الامکان کسی دوسرے فقیہ کے قول کا سہارا لیتے اور جب تک بالکل مجبوری نہ ہو جائے خود اپنی رائے ظاہر نہیں فرماتے اور جہاں ظاہر فرماتے ہیں، وہاں بھی بالعموم آخر میں ''تامل یا تدبّر'' کہہ کر خود بَری ہو جاتے ہیں اور ذمّہ داری پڑھنے والے پر ڈال دیتے ہیں۔

(میرے والد میرے شیخ، حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب، ص: 76)

آپ کے اشعار

آپ آئینۂ ہستی میں ہے، تُو اپنا حریف
ورنہ یہاں کون تھا، جو تیرے مُقابل ہوتا!

ذوقؔ

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا!

اکبر الٰہ آبادی

وہ تِتلیوں کے پَروں پر بھی پُھول کاڑھتا ہے
لوگ کہتے ہیں کہ اُس کی کوئی نشانی نہیں!

سعود عثمان

صدمے جھیلوں، جان پہ کھیلوں، اِس سے مجھے انکار نہیں ہے
لیکن تیرے پاس وفا کا کوئی بھی معیار نہیں ہے!

قتیل شفائی

اخبار السلام

جنوری 2020ء بمطابق جمادی الاولیٰ 1441ھ

بیت السلام اور پاک رینجرز کے باہمی اشتراک سے فری میڈیکل کیمپ، 1000 ہزار سے زائد مریض مستفید ہوئے

بچوں کی بیماریوں، دل اور جلدی امراض کے ماہر نیز جنرل فزیشن پر مشتمل 5 مرد اور 1 لیڈی ڈاکٹر سمیت 16 افراد پر مشتمل نرسنگ اسٹاف اور 8 رضاکار شامل تھے، ای سی جی، شوگر ٹیسٹ سمیت مکمل فری چیک اپ کیا گیا، دوائیں بھی بلاقیمت دی گئیں

کراچی (رپورٹ: نجم الثاقب) بیت السلام کے شعبہ علاج کے زیر اہتمام کام کرنے والی میڈیکل ٹیم نے پاک رینجرز کے اشتراک سے نیا گولیمار کراچی کے علاقے کھجی گراؤنڈ میں ایک جنرل فری طبّی کیمپ لگایا، جس سے ایک ہزار سے زیادہ مریض مستفید ہوئے، اس میڈیکل کیمپ کے لیے خدمات انجام دینے والی معزز میڈیکل ٹیم میں ایک لیڈی ڈاکٹر اور 5 مرد ڈاکٹر شامل تھے، جن میں بچگانہ امراض، جلدی امراض اور امراض قلب کے ماہر ڈاکٹر شامل ہیں، نرسنگ اسٹاف 16 افراد پر مشتمل تھا، جن میں 10 حضرات بیت السلام کی جانب سے حصہ لے رہے تھے جب کہ 6 افراد 41 ونگ سچل رینجرز سے وابستہ تھے، علاوہ ازیں بیت السلام سے وابستہ 8 رضاکار بھی اس ٹیم کا حصہ رہے، اس ایک روزہ جنرل میڈیکل کیمپ میں مریضوں کے ای سی جی، شوگر ٹیسٹ سمیت مکمل فری چیک اپ کیا گیا اور تمام دوائیں بلاقیمت فراہم کی گئیں، یہ کیمپ صبح 10 بجے سے شام 4 بجے تک لگایا گیا، مریض اور ان کے لواحقین بیت السلام اور پاک رینجرز کے حق میں دعا گو رہے

2019 کا بیت السلام اولمپیاڈ شمالی، بیت السلام اسکول کی پہلی، کیمبریج انٹرنیشنل کالج کی دوسری پوزیشن

مختلف تعلیمی نظاموں سے وابستہ طلبہ نے قوم، رنگ، نسل، زبان، مسلک اور فرقے سے بالاتر ہو کر ایونٹ میں حصہ لیا، اس مثالی ایونٹ میں اکیڈمک کے 12 اور اسپورٹس کے 6 مقابلے منعقد ہوئے

پروقار اختتامی تقریب میں ہر شعبہ زندگی سے معززین علاقہ سمیت بڑی تعداد میں لوگ شریک ہوئے۔ مختلف مقابلوں میں اول دوم سوم آنے والوں کو میڈل پہنائے گئے اور شیلڈ دی گئیں۔

تلہ گنگ (نامہ نگار خصوصی) 2019ء کے بیت السلام اولمپیاڈ (شمالی) کے مقابلوں میں بیت السلام اسکول تلہ گنگ نے پہلی اور کیمبریج انٹرنیشنل کالج تلہ گنگ نے دوسری پوزیشن حاصل کی۔ اکیڈمک اور اسپورٹس مقابلوں کا یہ ایونٹ 19 سے 23 اکتوبر تک منعقد کیا گیا، جس میں چکوال، راول پنڈی سمیت گرد و نواح کے کچھ اضلاع سے مجموعی طور پر 45 سے زیادہ اسکول شریک ہوئے۔ اس ایونٹ میں کل 12 اکیڈمک اور 6 اسپورٹس مقابلے ہوئے، تعلیمی مقابلے قرات، نعت، اردو انگلش تقر، اردو انگلش مضمون نویسی، بیت بازی، معلومات عامہ، میتھ کوئز، اسپیلنگ بی، سائنس ایگزابیشن اور اسپیڈ ٹائپنگ پر مشتمل تھے جب کہ اسپورٹس مقابلوں میں ریلے ریس، رسہ کشی، فٹ بال، والی بال، لیگڈ ریس شامل ہیں۔ مختلف تعلیمی نظاموں سے وابستہ طلبہ قوم، رنگ، نسل، زبان، مسلک اور فرقے سے بالا تر ہو کر اتحاد، محبت اور یگانگت کی تصویر بنے رہے، اس مثالی ایونٹ کے سارے انتظامات بیت السلام اسکول کے اساتذہ اور طلبہ نے رضاکارانہ طور پر انجام دیے، انتظامی امور کی سربراہی بیت السلام اسکول کے پرنسپل مسٹر ذیشان عباسی نے انجام دی، رجسٹریشن ڈیسک پر مسٹر عبد المعیز فائز رہے جب کہ اسپورٹس معاملات کے انچارج مسٹر قیصر تھے، ان کی بہترین کارد گی پر تمام اداروں نے خراج تحسین پیش کیا، اختتامی تقریب میں زندگی کے مختلف شعبہ جات سے تعلق رکھنے والے معززین علاقہ سمیت بڑی تعداد میں لوگ شریک ہوئے۔ مختلف مقابلوں میں اول دوم سوم آنے والوں کو میڈل پہنائے گئے اور شیلڈ دی گئیں۔

J.
FRAGRANCES

BE A MAN OF WORD.

www.junaidjamshed.com J.Fragrances.Cosmetics J.Fragrances.Cosmetics J_Frag_Cos J.JunaidJamshed

Brighto™

Inspired by Nature

Brighto AllColor

Décor assumes a different meaning with Brighto Special Coatings. They give your living space a prestigious decorative finish by creating a world of beauty, luxury and sophistication.

Regd.# MC - 1366

brighto.paints | Toll Free 08000-1973 | BrightoPaintsPK | www.brightopaints.com

Brighto PAINTS